Fikr-o-Nasar (Islamabad) 44:4 (2007)

فکر و نظر............ اسلام آباد جلد: ۴۴ شمارہ: ۴

امام فخرالدین رازی حالات وآثار اوراُن کی تصنیف لطیف

أَلمَحصُول فِي عِلمِ الْاُصُوْل

ایک مختصر تعارف

☆ ڈاکٹر حافظ غلام یوسف

بے پناہ حمد و ثنا اور صد ہزار شکر اس خدائے برحق اور منعم حقیقی کا جس نے گوشت کے لوتھڑے سے انسان کو تراشا، اسے نامعلوم چیزوں کی تعلیم دی، قلم کے ذریعہ علم کی اشاعت کے گُر سکھائے اور اِن اوراق پریشاں کی شیرازہ بندی کی ہمت و قوت عطا فرمائی۔

لاکھوں درود و سلام ہوں اللہ کے اُس نبی عربی فداہ ابی و اُمی پر جس نے جہالت و گمراہی کی تاریکی میں ٹامک ٹویے مارتی انسانیت کے سامنے علم و ہدایت کی مشعل روشن کی ۔

تاریخ اسلام میں لاتعداد ایسی شخصیات گذری ہیں جنھوں نے اپنے علمی و فکری کاموں کی گہرائی و گیرائی کی وجہ سے علم وعمل کی دنیا میں اَن مٹ نقوش چھوڑے ہیں، اور اُمت مسلمہ کے جسد میں نئ روح پھونکی، علمی و فکری میدان میں نمایاں کردار ادا کیا ہے، اِنہی نامور شخصیات میں سے امام فخرالدین محمد بن عمر الرازی(۵۴۴-۶۰۶ھ) بھی ہیں جنھوں نے علم وعمل کی دنیا میں بہت گہرے نقوش چھوڑے ہیں، درج ذیل سطور میں امام فخرالدین رازی اور اُن کی تصنیف لطیف أَلمَحصُول فِي عِلمِ الْاُصُوْل کا مختصر تعارف پیش کیا جاتاہے۔

مؤلف کے حالات زندگی

أَلمَحصُول فِي عِلمِ الْاُصُوْل کے مؤلف امام فخرالدین اَبو عبد اللہ محمد بن عمر بن الحسین بن الحسن بن علی أَلتَّمِیمِی القرشیؔ أَلبَکرِی الطبرستانی، أَلرَّازِی أَلشَّافِعِیؒ، الاشعری(۵۴۴-۶۰۶ھ) ہیں۔ اپنے وقت کے بہت بڑے مفسر، عظیم المرتبت محدث، فقید المثال عالم و فقیہ، اصولی، مشہور متکلم، زیرک مقرر، حکیم، ادیب، شاعر، طبیب، مناظر اورعلم و ادب کے مختلف گوشوں پر وسیع اور ناقدانہ نظر رکھتے تھے(۱)۔ ان کی پیدائش (۲۵، رمضان، ۵۴۳ھ یا۲۵، رمضان، ۵۴۴ھ) میں ہوئی(۲)۔

☆ اسسٹنٹ پروفیسر،شعبہ فقہ و اسلامی قانون،علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی،اسلام آباد

DMHL

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

علامہ ذہبی لکھتے ہیں ''آپ صاحب تصانیف تھے، علم و حکمت، ذکاوت و فطانت کا سمندر تھے اور عقلیات کے ماہر اور اپنی مثال آپ تھے، البتہ احادیث نبویہ کے حوالہ سے آپ کی شہرت زیادہ نہیں ہے، آپ کی بعض کلامی آراء سے اختلاف کیا جا سکتا ہے''(۳)۔

رازی کہنے کی وجہ

خراسان کے مشہور شہر ''الرّی'' کی طرف نسبت کی وجہ سے آپ کو رازی کہا جاتا ہے۔ اس شہر سے بہت سے فقہاء، علماء، قراء، مؤرخین اور نامور شخصیات پیدا ہوئیں جو کہ ''رازی'' کی نسبت سے معروف و مشہور ہیں۔ بعض محققین کا خیال ہے کہ ''رے'' شہر کی طرف منسوب کرتے ہوئے خلاف قیاس رازی کہا جاتا ہے۔ جب کہ دیگر محققین کی رائے ہے کہ اس شہر کو دو بھائیوں نے تعمیر کروایا تھا، جن میں سے ایک کا نام ''الراز'' اور دوسرے کا نام ''الرّی'' تھا۔ شہر کی تعمیر کے بعد دونوں میں بھائیوں میں شہر کے نام کے بارے تنازعہ پیدا ہو گیا، کیونکہ ہر ایک کی خواہش تھی کہ یہ شہر اس کے نام سے منسوب ہو۔ بالآخر اُس شہر کے اہل دانش نے یہ فیصلہ کیا کہ شہر کا نام ''الرّی'' رکھا جائے اور نسبت کے لیے ''الرّازی'' کا استعمال ہو۔ اس رائے کو دونوں بھائیوں نے تسلیم کر لیا اور اس کے بعد اس شہر کے رہنے والے رازی کی نسبت استعمال کرنے لگے(۴)۔

تعلیم و تربیت

جب تعلیم کے قابل ہوئے تو سب سے پہلے اپنے والد محترم سے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ ان کے والد ضیاء الدین ابوالقاسم عمر، اپنے وقت کے بہت بڑے واعظ، متکلم، محدث، ادیب اور انشاء پرداز تھے۔ آپ کو خطیب ''رے'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ علم فقہ اور علم کلام پر آپ کی عمدہ و نفیس کتابیں ہیں(۵)۔ امام رازیؒ کے والد محترم علامہ محی السنۃ ابو محمد البغوی کے خصوصی شاگردوں میں سے تھے(۶) اپنے والد کی وفات(۵۵۹ھ) کے بعد علامہ کمال سمنانیؒ سے مختلف علوم و فنون کی تعلیم حاصل کی(۷)، ان کے علاوہ علامہ محمد بن یحیٰ نیشاپوری سے متفرق علوم کی تحصیل و تکمیل کی(۸) اور ''مراغہ'' میں قیام کے دوران علم حکمت کی تعلیم المجد الجیلی سے حاصل کی(۹)۔

علامہ ذہبی لکھتے ہیں: **وانتشرت تواليفهُ فى البلاد شرقاً وغرباً وكان يتوقَّدُ ذكاءً**(۱۰)، آپ کی تصانیف مشرق و مغرب میں پھیلی ہوئی ہیں، آپ کی ذکاوت ٹھاٹھیں مارتی تھی۔ علامہ قفطیؒ نے لکھا کہ خراسان کے سفر کے دوران آپ نے اُبو علی بن سینا اور فارابی کی کتابوں کا مطالعہ کیا اور اُن سے بہت استفادہ حاصل کیا(۱۱)۔

تعلیم سے فراغت کے بعد مختلف علاقوں کے سفر کیے۔ دوران سفر سخت قسم کی مالی مشکلات کا شکار رہے۔ دوران سفر جب ''سرخس'' پہنچے تو وہاں کے مشہور و معروف طبیب ثقۃ الدین شرف الاسلام عبدالرحمٰن بن عبد الکریم السرخسی کے ہاں آپ کا قیام رہا، جنہوں نے ان کی بہت زیادہ خاطرمدارت کی۔ شکریہ کے طور پر امام رازی نے ''قانون شیخ'' نامی کتاب کی مغلق و پیچیدہ عبارات کی وضاحت و تشریح کی اور اِس شرح کو شرف الاسلام عبدالرحمٰنؒ کے نام سے معنون کیا، کتاب کے مقدمہ میں اِن کی بہت زیادہ تعریف کی اور لکھا ہے کہ انہوں نے مجھ پر بہت زیادہ احسانات کیے، بڑے عمدہ طریقہ سے میری معاشی کفالت کی۔ تین وجوہات کی بناء پر میں نے اس کتاب کو اُن کے نام کے ساتھ معنون کیا۔

۱۔ اُن کے ساتھ زبانی گفتگو سے اِس کتاب کی بہت سے مباحث کی وضاحت ہوئی۔
۲۔ ان کے میرے اوپر بہت زیادہ احسانات تھے میری خواہش تھی کہ اس طرح اُن کے بعض حقوق ادا ہو جائیں۔
۳۔ میں نے اس کتاب کی شرح کرتے ہوئے جو علمی نکات بیان کیے وہ قدماء و متأخرین کی تصانیف میں موجود نہ تھے اِن کی قدر صرف وہی جانتے تھے(۱۲)۔

دوران سفر امام رازیؒ کو دوسری مشکل یہ پیش آئی کہ اس دور میں اسلامی ممالک میں مختلف عقائد کے فرقے موجود تھے، جن کے درمیان باہم مناظرے و مجادلے ہوتے رہتے تھے۔ یہی مناظرے اور مجادلے علماء کا کمال سمجھے جاتے تھے۔ چنانچہ امام رازی کو دورانِ سفر مختلف شہروں میں کئی فرقوں سے مناظرہ کرنے کی نوبت پیش آئی۔ امام رازی کے مناظرے کا انداز ایسا علمی تھا جس کا مفید اثر ہوا جس کی وجہ سے ان کو خوب شہرت ملی۔

ان کی شہرت کی وجہ سے بہت سے حاسدین و معاندین پیدا ہو گئے، جن کی شورشوں کی وجہ سے امام رازیؒ کو کہیں بھی اطمینان قلب نصیب نہیں ہوا، کسی بھی شہر میں مستقل طور پر قیام نہ کر سکے۔ حاسدین کی سازشوں کی وجہ سے کچھ ہی دنوں اُس شہر یا علاقہ کو چھوڑنے پر مجبور کر دیے جاتے تھے۔ امام رازیؒ نے ''خوارزم'' کے سفر کے دوران معتزلہ سے کئی مناظرے کیے، جس کی وجہ سے ان کو یہ شہر چھوڑنا پڑا۔ اِس کے بعد ماوراء النہر(۱۳) کا سفر کیا یہاں بھی اِسی طرح کی صورتحال کا سامنا کرنا پڑا۔ مجبورا ''رے'' واپس تشریف لے آئے(۱۴)۔

حصول دولت وجاہ

خوارزم اور ماوراء النہر کے سفر کے بعد امام رازیؒ کی معاشی تنگدستی ختم ہوئی اور معاشی خوشحالی و آسودگی میسر آئی۔ معاشی آسودگی کی صورت یہ بنی کہ ''رے'' میں ایک بہت بڑا دولت مند طبیب تھا، جس کی نرینہ اولاد کوئی نہ تھی صرف دو لڑکیاں تھیں، وہ طبیب جب سخت بیمار ہوا اور موت کے آثار محسوس ہونا شروع ہوئے، تو اُس نے اپنی دونوں بیٹیوں کا نکاح امام رازیؒ کے دونوں بیٹوں کے ساتھ کر دیا۔ اُس طبیب کی وفات کے بعد اُس کی ساری دولت امام رازیؒ کے پاس آ گئی اور یوں آپ بڑے دولت مند بن گئے۔ اس دور میں اتنے امیر ہو گئے کہ جب وہ کسی مجلس میں درس دیتے یا وعظ کرتے تو پچاس غلام سنہرے کمر بند باندھے اور منقش کپڑے پہنے ہوئے ان کے گرد کھڑے رہتے تھے(۱۵)۔

امراء و سلاطین اور امام رازیؒ

علماء و صلحاء اور عام مسلمانوں کے علاوہ امراء و سلاطین بھی آپ کے بڑے قدردان تھے، خاص طور پر خاندان خوارزم شاہ کے سلاطین کے ساتھ آپ کے بہت اچھے مراسم تھے اور اُن کے ہاں آپ کو بڑا مقام حاصل تھا(۱۶)، یہی وجہ ہے کہ آپ نے زندگی کا بیشتر حصہ نہایت عزت و احترام کے ساتھ گذارا۔ سلاطین وقت کے ہاں آپ کا کتنا بڑا مقام تھا اُس کا اندازہ درج ذیل مکالمہ سے لگایا جا سکتا ہے۔

امام رازیؒ نے ایک دن بادشاہ وقت سے کہا: **نَحْنُ فِي ظِلِّ سَيْفِكَ** ہم تو آپ کی تلوار کے سائے میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ تو بادشاہ نے جواب دیا: **نَحنُ فی شَمْسِ عِلْمِکَ**(۱۷) ہم تو آپ کے علم کے سورج کے سائے میں رہ رہے ہیں۔

امام رازیؒ کے دور میں خراسان، غور، غزنی اور خوارزم وغیرہ پر غوری خاندان کے ممتاز فرمانرواء سلطان غیاث الدین غوریؒ کی حکمرانی تھی جو کہ بڑا فیاض، علم دوست، عمدہ خوشخط اور صاحب علم و بصیرت تھا، اپنے ہاتھ سے قرآن کریم لکھا کرتا تھا۔ اپنے وقت کا فاتح اور مدبر حکمران تھا یہ ۵۵۶ھ میں تخت نشین ہوا اِس کی وفات ۵۹۹ھ میں ہوئی۔ سلطان شافعی المسلک تھا لیکن مسلکی تعصب کو ناپسند کرتا تھا اور کہا کرتا تھا: **التعصب فی المذاهب من الملک قبیح**، یعنی مذہبی تعصب ایک بدنما چیز ہے(۱۸)۔ امام رازیؒ کی نہایت قدر و منزلت اور حوصلہ افزائی کرتا تھا۔ امام رازیؒ نے بھی

احسانات کا حق ادا کرتے ہوئے اس کے نام سے منسوب لطائف غیاثیہ اور دوسری کتابیں تحریر کیں۔

سلطان غیاث الدین غوریؒ کی(۵۹۹ھ) وفات کے بعد اِس کا بھائی سلطان شہاب الدین غوریؒ تخت نشین ہوا، جو کہ بہت بہادر اور مدبر سیاستدان تھا، اپنے قرب و جوار کے علاقوں کو فتح کرنے کے بعد اِس نے اپنی سلطنت کا دائرہ وسیع کرتے ہوئے ہندوستان کا رخ کیا اور خسرو شاہ غزنوی کو لاہور میں قتل کر کے غزنوی خاندان کی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ سلطان شہاب الدین غوریؒ نے بھی امام رازیؒ کے ساتھ تعلقات قائم کیے اور وہ آپ کی بہت عزت کرتا تھا۔ امام رازیؒ کو ہرات میں جامع مسجد کے پاس ایک عظیم الشان مدرسہ بنوا کر دیا جہاں مختلف علاقوں سے طلبہ آ کر امام رازی سے کسب فیض کرتے تھے(۱۹)۔

سلطان شہاب الدین غوریؒ ہمیشہ ان کے وعظ و نصیحت سے مستفید ہوتا رہتا تھا۔ امام رازیؒ نے سلطان کو نصیحت کرتے ہوئے ایک بار فرمایا: **یاسلطانَ العالم! لا سلطانک یَبقیٰ ولاَ تِلبیسَ الرَّازی یَبقٰی ﴿وَاَنَّ مَرَدَّنَا اِلَی اللّٰہِ﴾**(۲۰) ''اے سلطان عالم نہ تیرا اقتدار باقی رہے گا اور نہ ہی رازی کا تملق و نفاق باقی رہے گا'' اور ہم سب نے اللہ تعالی ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ سلطان اس جملہ سے اتنا متاثر ہوا کہ زار و قطار رونے لگا(۲۱)۔ سلطان علاء الدین خوارزم شاہ سے بھی اچھے مراسم تھے یہ بھی امام رازیؒ کا ادب و احترام کرتا تھا(۲۲)۔

امام رازیؒ کے مشاغل

امام رازیؒ کو سلاطین و اُمراء کے ہاں اس قدر جاہ و جلال نصیب ہوا جو ان کے وزیروں و مشیروں کو بھی حاصل نہ تھا۔ اِس جاہ و جلال کے بعد اگرچہ امیرانہ زندگی بسر کرنے لگے تھے، تاہم ان کے علمی مشاغل بدستور جاری رہے۔ سب سے بڑا مشغلہ تعلیم و تدریس اور تربیت کا تھا۔ عوام و خواص کے علاوہ ان کے زمانہ کے بہت سے امیر زادوں نے بھی امام رازیؒ سے کسب فیض کیا(۲۳)۔ ان کی علمی مجالس میں شاہانہ شان و شوکت پائی جاتی تھی۔ امام رازیؒ کی سواری جب چلتی تھی تو ان کے شاگردوں میں سے تین سو فقہاء کرام بھی ساتھ چلا کرتے تھے(۲۴)۔ وعظ و نصیحت اور درس و تدریس کا سلسلہ عربی اور فارسی دونوں زبانوں میں جاری رہتا تھا(۲۵)۔

درس و تدریس اور تعلیم و تربیت کے علاوہ آپ کا دوسرا بڑا مشغلہ مختلف فرقوں کے ساتھ مناظرہ کرنا اور ان کے باطل شکوک و شبہات کا ازالہ تھا، امام رازیؒ کے حالات زندگی پر لکھنے والے مؤرخین نے بہت سے مناظروں کی تفصیل نقل کی ہیں۔ آپ کے پاس مختلف مذاہب و عقائد کے لوگ

آ کر سوالات کرتے تھے آپ ہر ایک کا جواب اتنے مدلل انداز میں دیتے تھے کہ سائلین متأثر ہوئے بغیر نہ رہتے تھے۔ بہت سے بے بنیاد اور باطل عقائد کے حامل افراد نے آپ کے دلائل سے متأثر ہو کر اپنے عقائد سے توبہ کی اور اہل سنت و الجماعت میں داخل ہوئے(۲۶)۔

امام رازیؒ کی علمی مجالس میں شاہانہ جاہ و جلال پایا جاتا تھا، آپ کی اکثر مجالس میں علم کلام اور فلسفہ کے نہایت دقیق مسائل زیر بحث لائے جاتے تھے۔ ایک دفعہ بامیان سے ہرات آئے تو وہاں کے بادشاہ حسین بن خرمین نے آپ کا شاہانہ استقبال کیا۔ اِس کے بعد ہرات کی جامع مسجد میں ایک شاہی منبر نصب کیا گیا تاکہ عوام و خواص آپ کی زیارت کر سکیں اور آپ کے وعظ و نصیحت سے مستفید ہو سکیں۔

امام رازیؒ جب یہاں وعظ کرتے، تو آپ کے دائیں بائیں خدام دو قطاروں میں تلواروں سے ٹیک لگائے کھڑے رہتے تھے۔ ایک دن امام رازیؒ وعظ و نصیحت فرما رہے تھے کہ اِسی دوران شاہ ہرات حسین بن خرمین مجلس میں حاضرہوا تو امام رازیؒ نے اُس کو اپنے پاس بٹھایا۔ اِس کے بعد سلطان شہاب الدین غوری کا بھانجا سلطان محمود شاہ فیروز کوہ، بھی آپ کی مجلس میں آیا تو امام رازیؒ نے اُسے بھی اپنے قریب بلا کر دوسری جانب بٹھایا۔ آپ نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ تقریر کر رہے تھے کہ اسی وقت ایک باز ایک کبوتر کو شکار کرنے کے لیے اس پر جھپٹا، کبوتر بد حواسی کے عالم میں امام رازیؒ کے سامنے گر پڑا اور باز کے حملہ سے محفوظ رہا۔

آپ کی مجلس میں شرف الدین محمد بن عُنین نامی ایک شاعر موجود تھا جس نے اس موقع پر فی البدیہ درج ذیل اشعار کہے:

یاابنَ الکِرَامِ المُطعِمِینَ إذَا شَتَوْا　　فِی کُلِّ مَسْغَبَۃٍ وَّ ثَلْجٍ خَاشِفٍ

اے شرفاء کی اولاد جو اس وقت بھی مہمان نوازی کرتے ہیں جب لوگ شدید سردی اور برف باری کی وجہ سے مجبور و لاچار ہو جاتے ہیں۔

اَلْعَاصِمِینَ إذَا النُّفُوْسُ تَطَایَرَتْ　　بَیْنَ الصَّوَامِ وَالْوَشِیْجِ الرَّاعِفِ

جب فریقین تلواروں اور تیز نیزوں کے درمیان شدید گھبراہٹ کا شکار ہو جائیں تو وہ اُس وقت لوگوں کو مصیبت سے بچاتے ہیں۔

مَنْ نَبَّأ الْوَرَقَا أنَّ مَحَلَّکُمْ　　حَرَمٌ وَأنَّکَ مَلْجَأ لِلْخَائِفِ

کبوتر کو کس نے بتایا کہ آپ کی قیام گاہ حرم ہے(محفوظ پناہ گاہ ہے) اور آپ ہر

خوف زدہ کے لیے جائے پناہ ہیں۔

وَفَدَتْ عَلَیْکَ وَقَدْ تَدَانَی حَتْفُھَا فَحَبَوْتَھَا بِبَقَائِھَاالمُسْتَأنِفِ

یہ کبوتر آپ کے پاس ایسی حالت میں آیا جب اُس کی موت قریب آ چکی تھی مگر آپ نے اُسے زندگی بخش دی۔

وَلَوْ أنَّھَا تُحْبِی بِمَالٍ لاَنْثَنَتْ مِنْ رَاحَتَیْکَ بِنَائِلٍ مُتَضَاعِفٍ

اور اگر کبوتروں کو مال دیا جاتا تو یہ آپ کی دونوں ہتھلیوں سے ڈھیروں عطیات لے کر واپس لوٹتا۔

جاء تْ سُلَیْمانَ الزَّمانَ بِشَکْوِھَا وَالْمَوْتُ یَلْمَعُ مِنْ جَناحَی خَاطِفٍ

کبوتر سلیمان زمانہ کے پاس ایسی حالت میں اپنی فریاد لے کر آیا کہ اُچک لینے والے باز کے پروں کے درمیان سے اِس کی موت نظر آ رہی تھی۔

امام رازیؒ ان اشعار سے بہت ہی محظوظ ہوئے اور شاعر کو بہت بڑی تعداد میں اشرفیاں پیش کیں اور ہمیشہ اُس کے ساتھ حسن سلوک فرماتے تھے(۲۷)۔

امام رازیؒ کے خلاف سازشیں

امام رازیؒ کو اس دور میں بھی اطمینان و سکون نصیب نہیں ہوا، جب سلطان شہاب الدین غوریؒ کو باطنی فرقہ سے تعلق رکھنے والے ایک شخص نے خیمے میں گھس کر شہید کر دیا تو بعض شرپسندوں نے اِس سازش کا مرکزی کردار امام رازیؒ کو قرار دیا۔ ان کے خلاف اس قدر پروپیگنڈہ اور شورش برپا کی کہ بعض لوگوں نے امام رازیؒ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ امام رازیؒ نے سلطان شہاب الدین غوریؒ کے وزیر موید الملک کے ہاں جا کر پناہ لی جس نے ان کو بحفاظت محفوظ مقام تک پہنچایا(۲۸)۔

امام رازیؒ جب مجلس میں وعظ و نصیحت فرما رہے ہوتے تو بعض حاسدین شور و غل مچاتے ہوئے گالیاں دیتے اور لعن طعن کیا کرتے تھے، آپ کے خلاف الزام تراشی کرتے ہوئے کہتے تھے: **أنّ ابنه یفسق ویزنی، وأنَّ إمرأتَهُ کذلک.** ایک دفعہ آپ وعظ فرما رہے تھے کہ کسی شرپسند نے ایک رقعہ بھیجا جس پر لکھا تھا **اِنّ زوجتک تزنی هی و بناتک واولادک یفسقون ویفعلون ویصنعون۔** (العیاذ باللہ) آپ ان الزام تراشیوں کا جواب نہیں دیتے تھے اور کبھی بھی اشتعال میں نہیں آتے تھے اور نہ ہی کسی کو برا بھلا کہتے(۲۹)۔ ایسے مواقع پر انتہائی صبر وتحمل اور بردباری کا مظاہرہ کرتے ہوئے

فرمایا کرتے تھے۔

أَلْمَرءُ مَادَامَ حَيًّا يُسْتَهَانُ بِهِ وَيَعْظُمُ الرُّزْءُ فِيْهِ حِينَ يُفْتَقَدُ(۳۰)

آدمی جب تک زندہ ہوتا ہے تو اُس کی ناقدری وتحقیر کی جاتی ہے اور جب وہ فوت ہو جاتا ہے تو اُس وقت اُس کی قدر معلوم ہوتی ہے تو اُس کی موت کو بہت بڑی مصیبت سمجھا جاتا ہے۔

امام رازی کے دور میں ہرات اور غور کے باشندے زیادہ تر فرقہ کرامیہ سے تعلق رکھتے تھے، جو نہایت ظاہر پرست تھے اور اللہ تعالیٰ کو مجسم مانتے تھے۔ سلطان غیاث الدین غوری کے چچازاد بھائی اور داماد ملک ضیاء الدین بھی اِس فرقہ کے ہمنواء تھے اور امام رازی سے ان کو عناد تھا۔ امام رازی اِس فرقہ کے سخت مخالف تھے۔ فرقہ کرامیہ کے لوگوں نے حکام کی آشیرباد پر امام رازی کے خلاف بہت بڑی شورش برپا کی۔ علامہ ابن اثیر نے تاریخ الکامل میں اِس واقعہ کو ''الفتنة بفیرزو وکوہ من خراسان'' کے عنوان سے نقل کیا ہے۔

فرقہ کرامیہ کے پیشوا قاضی مجدالدین عبدالمجید، المعروف ابن قدوہ نے ''فیروز کوہ''(۳۱) کے مقام پر، ۵۹۵ھ میں امام رازی سے مناظرہ کیا اور امام رازی کو زندیق اور فلسفیانہ عقائد کا پیروکار قرار دیا۔ اس مناظرہ نے شہر میں فتنہ و فساد کی شکل اختیار کر لی حتیٰ کہ امام رازی کے حامیوں اور مخالفین میں جنگ چھڑتے چھڑتے رہ گئی۔ سلطان غیاث الدین نے فوج بھیج کر اِس شورش کو ختم کرایا اور امام رازی کو ہرات چلے جانے کا حکم دیا(۳۲)۔

شیخ نجم الدین کبری سے بیعت

امام رازیؒ ایک دفعہ ہرات تشریف لائے تو ہرات کے تمام علماء، صلحاء اور امراء سلاطین آپ کی ملاقات و زیارت کے لیے آئے۔ ایک دن امام رازیؒ نے پوچھا بھائی کوئی ایسا بھی شخص ہے جو ہمیں ملنے نہ آیا ہو؟ لوگوں نے جواب دیا ایک بزرگ ایسے ہیں جو گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرتے ہیں صرف وہ آپ سے ملنے نہیں آئے۔ میزبانوں نے ایک باغ میں کھانے کی دعوت کا اہتمام کیا، جہاں امام رازی کی ملاقات اُس بزرگ سے ہوئی تو امام رازی نے ان سے سوال کیا آپ مجھے ملنے کیوں نہیں آئے؟ انہوں نے جواب دیا میں فقیر منش آدمی ہوں میری ملاقات سے نہ کسی کو کوئی عظمت حاصل ہوتی ہے اور نہ کسی کی شان میں کوئی کمی واقع ہوتی ہے۔

امام رازیؒ نے فرمایا: یہ تو صوفیانہ جواب ہے، آپ مجھے حقیقت حال سے آگاہ کریں، اس

شخص نے امام رازی سے کہا کہ آپ بتائیں کہ آپ سے ملاقات کرنا کیوں ضروری ہے؟ تو امام رازی نے جواب دیا ''میں اس وقت مسلمانوں کا امام اور واجب التعظیم شخص ہوں''، اس نیک آدمی نے کہا کہ آپ کا سرمایہ فخر علم ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی معرفت تمام علوم کی بنیاد ہے۔ پھر امام رازی سے یہ سوال کیا کہ آپ بتائیں کہ آپ نے اپنے رب کو کس طرح پہچانا؟ تو امام رازی نے جواب دیا میں نے اللہ تعالیٰ کو سو(۱۰۰) دلائل سے پہچانا ہے۔ انہوں نے فرمایا: دلیل کی ضرورت تو شکوک و شبہات کو دور کرنے کے لیے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ایسی روشنی ڈالی ہے کہ جس کی وجہ سے میرے دل میں شکوک و شبہات کا کبھی گذر بھی نہیں ہو سکتا، کہ مجھے دلائل کی ضرورت محسوس ہو۔ ان کی گفتگو نے امام رازی کے دل پر ایسا گہرا اثر ڈالا کہ اسی مجلس میں اُن کے ہاتھ پر بیعت کی اور خلوت نشینی اختیار کر لی اور تصوف کی برکات سے مستفید ہوئے۔ یہ مرد صالح شیخ نجم الدین کبریٰؒ تھے(۳۳)۔

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام رازیؒ کی زندگی کے آخری سالوں میں نمایاں تبدیلی رونما ہوئی تھی، اب وہ مناظرانہ بحث و مباحث وغیرہ کو پسند نہیں کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے: **لقد تأملتُ الطُّرق الکلامیة والمناهج الفلسفیة فما تَشفی عَلیْلًا ولاَ تَروی غَلِیْلًا، ورایتُ أقربُ الطُّرقِ طریقة القرآن، أقرءُ فی الإثبات**(۳۴)۔ میں نے کلامیہ طرز فکر اور فلسفیانہ مناہج کی جانچ پڑتال کی ہے یہ مباحث نہ کسی بیمار کو شفا دیتے ہیں اور نہ کسی پیاسے کی پیاس بجھانے میں معاون ہوتے ہیں، لیکن میں نے اُس میں وہ فوائد بالکل نہیں دیکھے جو قرآن کریم میں پائے جاتے ہیں۔ اِس لیے کہ قرآن کریم مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کو تسلیم کرواتا ہے۔

امام رازیؒ نے قرآن کریم کی خدمت کرتے ہوئے جو عظیم تفسیر لکھی ہے (**التفسیر الکبیر او مفاتیح الغیب**، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۰) یہ بھی ان کی زندگی کے آخری سالوں کا واقعہ ہے، امام رازیؒ کی وفات تریسٹھ (63) سال کی عمر میں ہوئی۔ سورۃ یوسف کی تفسیر ختم کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ میری عمر کے اکسٹھ سال پورے ہو چکے ہیں۔ اِس وقت انہوں نے اپنے بیٹے کی وفات پر ایک دلسوز مرثیہ کہا ہے، جو سورہ یوسف کی تفسیر کے اختتام پر موجود ہے۔ قارئین کی دلچسپی کے لیے مرثیہ کے اشعار تحریر کیے جاتے ہیں(۳۵)۔

فَلَوْ کَانَتِ الْأَقْدَارُ مُنْقَادَةً لَنَا   فَدَیْنَاکَ مِنْ حُمَّاکَ بِالرُّوحِ وَالْجِسَمِ

اگر تقدیر میرے اختیار میں ہوتی تو ہم تیرے بخار کے لیے اپنا جسم و روح قربان کر دیتے

وَلَوْ کَانَتِ الأَمْلَاکُ تَاخُذُ رِشْوَةً   خَضَعْنَا لَهَا بِالرِّقِ فِی الْحُکمِ والْإسم

اگر ملائکہ رشوت لیتے ہوتے تو ہم اپنے آپ کو ظاہری اور عملی لحاظ سے ان کی غلامی میں دے دیتے۔

وَلٰكِنَّهُ حُكْمٌ إذَا حَانَ حِيْنُه   سَرى مِن مَقَرِّ الْعَرْشِ فِي لجة الْيَمّ

لیکن یہ تو ایسا حکم ہے کہ جب اُس کا وقت آ جاتا ہے تو یہ عرش سے لے کر سمندر کی تہہ تک نافذ ہو کر رہتا ہے۔

سَأبْكِي عَلَيْكَ الْعُمْرَ بِالدَّمِ دائمًا   وَلَمْ أنْحرِفُ عَن ذاكَ فِي الْكَيْفِ وَالْكَمِ

میں تیرے غم میں عمر بھر خون کے آنسو بہاتا رہوں گا اور اس تسلسل اور مقدار سے کبھی منہ نہیں پھیروں گا۔

سَلامٌ علی قَبْرٍ دُفِنْتَ بِتُربِه   وَأتحفُکَ الرَّحْمٰنُ بِالْكَرَمِ الجم

سلام ہو اُس قبر پر جس کی خاک میں تو مدفون ہے اور رحمٰن تمھیں اپنے لطف و کرم سے ڈھانپ لے۔

وَمَا صَدَّنِي عن جَعْلِ جَفْنِي مَدْفَنًا   لِجِسْمِكَ إلَّا أنَّهُ أبَدًا يَهمِي

میں نے اپنی آنکھ کو تیرے جسد کی قبر صرف اِس لیے نہیں بنایا کہ وہ ہمیشہ آنسو بہاتی رہتی ہے۔

وَأُقْسِمُ إنَّ مَسَوُا رِفَاتي وَرَمتي   أحسوا بنار الحُزْنِ فی مکمنِ العظم

میں قسم کھاتا ہوں کہ اگر لوگ میرے برد بار ڈھانچے اور میری گلی سڑی ہڈیوں کو بھی ٹٹولیں گے تو ہڈیوں کی تہہ میں بھی آتش غم محسوس کریں گے۔

حَيَاتِي وَمَوتِي وَاحِدٌ بَعْدَ بُعْدِكُم   بَل الْمَوْتُ أولىٰ مِن مُداوَمةِ الغَمِّ

تیری جُدائی کے بعد میری زندگی اور موت برابر ہے بلکہ مسلسل غم سے موت ہی بہتر ہے۔

رَضِيْتُ بِما أمْضى الإلهُ بحكمه   لعلْمِي بأنّي لايُجَاوِزُني حُكْمِي

میں اللہ تعالیٰ کے جاری کردہ حکم پر راضی ہوں کیونکہ میرا یقین ہے کہ جو حکم میرے لیے ہے وہ مجھ سے چوک نہیں سکتا۔

ہر اُس شخص سے میری درخواست ہے جو میری اس کتاب کو پڑھے اور اس سے استفادہ کرے وہ میرے اور میرے بیٹے کے لیے کثرت سے سورہ فاتحہ پڑھ کر اللہ تعالی سے رحمت اور مغفرت کاملہ کی دعا کرے۔

امام رازیؒ کا وصیت نامہ

امام رازیؒ نے شدید بیماری کی حالت میں اپنے خصوصی شاگرد ابراہیم بن ابوبکر بن علی اصفہانی سے (اکیس محرم/ ۶۰۶ھ) ایک وصیت لکھوائی، اکثر تذکرہ نگاروں نے اس وصیت کو بلفظہ نقل کیا ہے۔ یہ بہت ہی سبق آموز، بڑی ہی عبرت انگیز اور درد بھری نصیحت ہے۔ ذیل میں وصیت نامہ کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: اپنے پروردگار کی رحمتوں کا امیدوار اور اپنے مولا پر بھروسہ کرنے والا بندہ محمد بن عمر بن الحسین الرازی، جو اپنی دنیاوی زندگی کے آخری کنارے اور اُخروی زندگی کی پہلی منزل پر ہے۔ یہ وہ وقت ہے کہ بڑے سے بڑا سنگدل بھی نرم دل ہو جاتا ہے۔ ہر مفرور غلام اپنے مولا کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے کہتاہے، میں اللہ تعالی کی تعریف اُس کی اُن صفات کمالیہ کے ساتھ کرتا ہوں جو اُس کے بڑے بڑے مقرب فرشتوں نے اپنے درجات کی ترقیوں اور بلندیوں کے دوران کیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بڑے بڑے انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام نے مشاہدات حق کے دوران کیں ہیں۔ بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ یہ سب کچھ حدوث و مکان کے نتائج ہیں۔

اِس لیے میں بھی اللہ تعالی کی تعریف اُن صفات کمالیہ کے ساتھ کرتا ہوں جو صرف اُسی کی ذات کے ساتھ خاص ہیں ، اوراُس کی الوہیت ان کی مستحق ہے اور اُس کی الوہیت کی وجہ سے وہ اس کے لیے لازمی ہیں، خواہ صفات میرے علم میں ہوں یا نہ ہوں۔ کیونکہ ایک ذرہ خاک کو رَبّ الأرباب کے جلال سے کوئی مناسبت ہی نہیں ہے۔ میں تمام مقرب فرشتوں، تمام انبیاء و رُسل اور اللہ تعالیٰ کے نیک و صالح بندوں پر درود بھیجتا ہوں۔

میرے دینی بھائیو! اور یقین کی تلاش وجستجوکے ساتھیو! میری گذارشات کو انتہائی توجہ سے سنو: لوگ کہا کرتے ہیں کہ انسان کا جب انتقال ہو جاتا ہے تو دنیا سے اُس کا تعلق ختم ہو جاتاہے۔ لیکن دو وجوہات ایسی ہیں جن سے اس عام سے تخصیص ہو جاتی ہے۔

۱۔ اگر میت کا کوئی نیک عمل باقی ہے تو وہ اُس کے لیے دعا کا سبب بنے گا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں دعا مؤثر ہوتی ہے۔

۲۔ دوسری وجہ میت کے اہل وعیال کے مصالح اور ادائے حقوق سے تعلق رکھتی ہے۔

پہلی چیز کے بارے میں تمہیں معلوم ہوناچاہیے کہ میں ایک علم دوست آدمی تھا، اِس لیے

ہر چیز کے بارے کچھ نہ کچھ ضرور لکھتا رہتا تھا تاکہ اُس چیز کی کمیت اور کیفیت کے بارے میں معلوم کر سکوں۔ خواہ وہ چیز حق ہو یا باطل، بری یا اچھی۔ لیکن میں نے اپنی معتبر کتابوں میں جو کچھ ثابت کیا ہے وہ یہ ہے کہ یہ محسوس کائنات ایک ایسے مدبر کی زیر تدبیر ہے جو مماثلت سے پاک ہے اور قدرت کاملہ، لامحدود علم اور رحمت کے ساتھ متصف ہے۔

میں نے کلامیہ طرز فکر اور فلسفیانہ مناہج کی جانچ پڑتال کی ہے لیکن میں نے اُس میں وہ فوائد بالکل نہیں دیکھے جو قرآن کریم میں پائے جاتے ہیں۔ اِس لیے کہ قرآن کریم مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کو تسلیم کرواتا ہے۔ اعتراضات میں تعمّق سے روکتا ہے اور یہ اِس علم کی وجہ سے ہے کہ انسانی عقول ان گہرے، پوشیدہ اور تنگ راستوں میں گم ہو جاتی ہے۔

اِس لیے میں یہ کہتا ہوں کہ اللہ تعالی کے وجوب وجود، اُس کی توحید، قِدم و اولیت (یعنی ہمیشہ سے ہونا)، تمام کائنات کی تدبیر میں شرکاء سے پاک ہونے سے متعلق جو چیز ظاہری دلائل سے ثابت ہے میں بھی اُسی کا قائل ہوں اور اِسی چیز کو لے کر اللہ رب العزت کے ہاں حاضر ہوں گا اور جس چیز میں پیچیدگیاں اور دقتیں پائی جاتی ہوں اُس کے متعلق قرآن کریم اور احادیث صحیحہ میں جو کچھ آیا ہے اور اُس پر تمام ائمہ کرام کا اتفاق ہے اور تمام کے تمام ایک ہی معنی کا اتباع کرتے ہیں، وہ ذات ایسی ہے جیسے کہ ہے اور اُس جیسی کوئی ذات نہیں ہے، میں اُسی ہی ذات کو اللہ رب العزت کہتا ہوں۔ میرے خیال میں تمام لوگوں کا اِس پر اتفاق ہے۔

یا اِلہ العالمین! تو بخشنے والوں میں سے سب سے زیادہ بخشش کرنے والا ہے اور رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ جو کچھ میرے قلم نے لکھا جو میرے دل میں آیا میں اُس پر آپ کے علم کو گواہ بناتے ہوئے کہنا چاہوں گا، آپ جانتے ہیں کہ اگر میں نے اِس کے ذریعہ باطل کی حقانیت کو ثابت کیا اور حق و سچ کو باطل قرار دیا، تو آپ میرے ساتھ وہی سلوک کریں جس کا میں مستحق ہوں اور اگر آپ جانتے ہیں کہ میں نے اپنے زور قلم اور قوت استدلال سے صرف اُسی چیز کی حقانیت کو ثابت کرنے کوشش کی جس کے بارے میں میرا عقیدہ تھا وہ حق و سچ ہے۔ آپ کے علم کے مطابق میرا یہ تصور گمان درست ہے، تو پھر میں اِس بات کا امیدوار ہوں کہ آپ کی رحمت کا کریمانہ سایہ میری نیت کے ساتھ ہونا چاہیے۔ نہ کہ اُن نتائج کے ساتھ جو میری محنت سے ظاہر ہوئے۔

ایک قلیل البضاعت مفلس کی یہ آخری کوشش ہے اور آپ کی ذات اِس سے بہت ہی

بلند و برتر ہے کہ ایک کمزور ناتواں جو لغزشوں سے آلودہ اُسے اپنی گرفت کے شکنجے میں جکڑ دیں۔ اے رحم و کرم کرنے والی ذات! جس کے اقتدار و قدرت میں نہ عارفین کی معرفت سے اضافہ ہوا اور نہ ہی خطا کاروں کی خطاؤں سے کمی ہوسکتی ہے۔ میری فریاد رسی فرما! مجھ پر رحم و کرم فرما! میری لغزشوں پر پردہ ڈال دیجیے، میرے گناہوں اور خطاؤں کو مٹا دیجیے!

میں یہی کہتا ہوں کہ میرا دین، سید المرسلین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت ہے، میری کتاب قرآن کریم ہے، دین کی تلاش وجستجو میں میرا اعتماد انہی دو چیزوں پر رہاہے۔ اے میرے اللہ! اے آرزوں کو سننے والی ذات! اے دعاؤں کو قبول کرنے والے، اے لغزشوں سے درگزر کرنے والے، اے آنسوؤں پر رحم کرنے والے، اے محدثات وممکنات کے قائم کرنے والے! میں آپ کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہوں، تیری رحمت کا بہت بڑا امیدوار ہوں۔

آپ نے خود ہی تو فرمایا ہے: أنا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ،(۳۶) کہ میں اپنے بندے کے ساتھ وہی سلوک کرتا ہوں جو میرے بندے کا میرے بارے میں گمان ہوتا ہے۔ وأنت قلتَ ﴿اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ﴾(۳۷) اور آپ نے فرمایا ہے: بھلا وہ کون ہے جو بے قرار کی التجا قبول کرتاہے جب وہ اُس سے دعا کرتا ہے۔ وأنت قلت: ﴿وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ﴾(۳۸) اور آپ نے فرمایا ہے: کہ جب آپ سے میرے بارے میں میرے بندے پوچھیں، تو (کہہ دیجیے) بلاشبہ میں تو (تمہارے) قریب ہی ہوں اور جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اُس کی دعا قبول کرتا ہوں۔

تو پھر آپ مان لیجیے، کہ میں کوئی بھی چیز لے کر نہیں آیا، آپ بے نیاز اور کریم ہیں، میں محتاج اور کمینہ ہوں! آپ یقین کیجیے کہ آپ کے علاوہ میرا کوئی بھی نہیں ہے اور میں آپ کی ذات کے علاوہ کسی کو بھی احسان مند نہیں مانتا اور میں اپنی لغزشوں، قصور، عیوب اور کمزوریوں کا آپ کے سامنے اعتراف کرتا ہوں، آپ میری اُمید کو ناکام نہ کرنا اور میری دعا کو ناکام و نامراد واپس نہ کرنا اور مجھے اپنے عذاب سے موت سے پہلے بھی محفوظ رکھنا اور موت کے وقت بھی محفوظ رکھنا اور موت کے بعد بھی محفوظ رکھنا، سکرات الموت اور موت کی سختیوں کو میرے لیے آسان کر دیں، بیماریوں اور آلام و بلیات کی وجہ سے مجھے سختی میں مبتلا نہ کرنا کیونکہ آپ رحم کرنے والوں میں سے سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔

میں نے جو علمی کتابیں تحریر کی ہیں، یا متقدمین علماء کی کتب پر بکثرت اعتراضات وارد کیے

ہیں، جو بھی شخص ان کو دیکھے اور وہ اعتراضات اُسے پسند آئیں تو بطور احسان و انعام کے مجھے اپنی بہترین دعاؤں میں یاد رکھے اور اگر کسی کو وہ اعتراضات پسند نہ آئیں تو میرے بارے میں کسی قسم کی بدزبانی نہ کرے، کیونکہ میرا مقصد صرف بحث و تمحیص اور دلوں میں پیدا ہونے والی اُلجھنوں کو دور کرنا تھا اور ہر چیز کے بارے میں میرا اعتماد صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہے۔

دوسرا مقصد بچوں اور عورتوں کی کفالت اور اصلاح احوال سے متعلق ہے۔ سب سے پہلے تو مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل بھروسہ ہے کہ وہ ان کی کفالت کا از خود انتظام فرمائے گا۔ اِس کے بعد اللہ تعالیٰ کے نائب ''محمد'' پر (۳۹)۔ اے اللہ تو اُسے محمد عظیم صلی اللہ علیہ وسلم کا رفیق بنا۔ چونکہ سلطان اعظم میری فیملی کے مسائل حل کرنے میں مشغول نہیں رہ سکتا، اِس لیے میں نے بہتر یہی سمجھا کہ اپنی اولاد کی وصیت کا معاملہ فلاں شخص(۴۰) کے سپرد کروں اور میں اُسے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم دیتاہوں۔ ﴿**إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ**﴾(۴۱) یقیناً اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کے ساتھ ہوتاہے جو پرہیزگار اور نیکو کار ہوں۔

اِس کے بعد عمومی وصیتیں فرمائیں اور (تین دفعہ) فرمایا: پھر میں وصیت کرتا ہوں، میں وصیت کرتا ہوں، میں وصیت کرتا ہوں، کہ میرے بیٹے ابوبکر کی تعلیم و تربیت کا بہت زیادہ اہتمام کرے کیونکہ اُس میں ذہانت و فطانت کے نمایاں آثار موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ اسے بھلائی، کامیابی و کامرانی کے اعلیٰ منازل تک پہنچائیں گے۔

میں اِس کو اپنے تمام شاگردوں کو اور ہر اُس شخص کو جس پر میرا حق ہے حکم دیتا ہوں کہ جب میرا انتقال ہو جائے تو میری موت کی خبر کو انتہائی خفیہ رکھنے کا بھرپور اہتمام کیا جائے اور کسی بھی شخص کو اِس کی اطلاع نہ دیں اور شریعت کے مطابق مجھے غسل دیا جائے اور کفن پہنایا جائے اور بستی ''مزداخان''(۴۲) کے پہاڑ کے قریب لے جا کر دفن کر دیا جائے۔ جب مجھے قبر میں رکھیں تو قرآن کریم کا جس قدر حصہ ممکن ہو تلاوت کیا جائے اور آخر میں یہ کہنا: (**يا كريمُ جاء ک الفقير المحتاج فأحسِنْ إليهِ**) اے ربِّ کریم تیرے پاس فقیر ومحتاج آیا ہے تو اِس پر احسان فرما(۴۳)۔

امام رازیؒ کی قیمتی اور انمول نصیحت: امام رازیؒ نے، سورہ یوسف کی آیت نمبر: ۴۲ کی تفسیر کرتے ہوئے بڑی عمدہ اور قیمتی نصیحت فرمائی جو ان کے سارے علم اور زندگی بھر کے تجربہ کا حاصل و خلاصہ ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

والذی جربتُه مِن أوّل عُمری إلی آخره، أنّ الإنسانَ كُلما عوّل فی أمر من الأمور علی

غیر اللّٰہ ،صار ذلک سببًا إلی البلاء والمحنۃ، والشدۃ والرزیۃ. وإذا عول العبدُ علی اللّٰہ ولم یرجع إلی أحد من الخلق حصل ذلک المطلوب علی أحسن الوجوہ فھذہ التجربۃ قد استمرت لی من أول عمری إلی ھذا الوقت الذی بلغتُ فیہ إلی السابع والخمسین، فعند ھذا استقر قلبی علی أنہ لاَ مَصْلِحَۃَ للإنسان فی التعویل علی شئ سوی فضل اللّٰہ تعالیٰ و إحسانہ(۴۴).

میری ساری عمر کا تجربہ یہی ہے کہ جب بھی انسان کسی کام کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ غیر اللہ پر بھروسہ کرتا ہے، تو آدمی کا یہ عمل اُس کے لیے مصائب و آلام، ابتلاء، مصیبت اور ذلت کا سبب بن جاتاہے اور جب مخلوق کو چھوڑ کر صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرتا ہے تو اس کے مقاصد بڑے ہی عمدہ اور باعزت طریقے سے حاصل ہوتے ہیں۔ ابتدائے عمر سے آج تک میرا یہی تجربہ ہے۔ اِس وقت میری عمر ستاون(۵۷) سال ہو چکی اور مجھے برابر یہی تجربہ حاصل ہوتا رہا ہے۔ میرے دل پر یہ حقیقت منکشف ہوگئی ہے کہ انسان کو ہر وقت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اُس کے احسانات کی طرف توجہ کرنی چاہیے، غیر اللہ پر بھروسہ کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

امام رازیؒ کی وفات

امام رازیؒ کی وفات یکم شوال بروز پیر ۶۰۶ھ (۶۳ سال کی عمر میں) کو ہرات میں ہوئی(۴۵)۔ بعض مؤرخین کی رائے ہے کہ آپ کی وفات ذی الحجہ ۶۰۶ھ میں ہوئی(۴۶)۔ امام رازی زیادہ تر ’’رے‘‘ ہی میں رہتے تھے۔ عمر کے آخری سال خوارزم تشریف لائے، محرم ۶۰۶ھ کو بیماری کا آغاز ہوا جو کہ آپ کی وفات پر منتج ہوئی۔ علامہ ذہبی لکھتے ہیں: **فإنہٗ تُوفی علی طریقۃٍ حمیدۃٍ، وَاللّٰہُ یَتَوَلّی السّرائر**(۴۷)۔ آپ نے وراثت میں بہت سا مال و اسباب اور اسی ہزار (80000) سونے کے دینار چھوڑے تھے۔ آپ کی وفات کے وقت آپ کے دو بیٹے حیات تھے ہر بیٹے کو چالیس ہزار دینار وراثت میں ملے(۴۸)۔

امام رازیؒ کے مقام دفن کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایک روایت یہ ہے کہ ہرات کے قریب ایک پہاڑ کے دامن میں آپ کی تدفین عمل میں لائی گئی(۴۹)۔ ابن خلکان کا کہناہے کہ ہرات کے قریب ’’مزدا خان‘‘ نامی ایک گاؤں تھا وہاں ایک پہاڑ کے اوپر آپ کی قبر بنائی گئی۔ کیونکہ امام رازیؒ نے اِسی جگہ دفن ہونے کی وصیت فرمائی تھی(۵۰)۔ جبکہ علامہ قطفیؒ کی رائے یہ ہے کہ امام رازیؒ کو اُن کے گھر کے صحن ہی میں دفن کیا گیا۔ اُس کی وجہ یہ تھی کہ بعض فرقوں کو کلامی

مسائل میں امام رازی سے شدید اختلاف تھا اور اُن سے یہ خطرہ در پیش تھا کہ کہیں آپ کی لاش کی بے حرمتی نہ کریں اور شرپسندوں کے خوف کی وجہ سے یہ بھی وصیت کی تھی کہ ان کی تدفین رات کے وقت عمل میں لائی جائے(۵۱)۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ نے اپنے شاگردوں کو حکم دیا تھا کہ میرے انتقال کے بعد میری موت کی خبر کو مخفی رکھا جائے(۵۲)۔

امام رازیؒ کی وفات کا سبب

فرقہ کرامیہ کو امام رازیؒ سے سخت قسم کا بغض و عناد تھا، کرامیہ آپ کی تکفیر کی نسبت کرتے تھے آپ کی وفات پر انہوں نے خوشی کا اظہار کیا تھا(۵۳) اِسی فرقہ کے لوگوں نے امام رازیؒ کو کھانے میں زہر دلوایا(۵۴) جس کے اثر سے آپ کی وفات ہوئی(۵۵)۔

ألمَحُصُول فِی عِلم اُصولِ الفِقُه،

المحصول کے تعارف کے لیے ضروری ہے کہ المحصول سے پہلے اصول فقہ پر لکھی جانے والی کتب کا اسلوب مد نظر رکھا جائے۔

اُصول فقہ پر لکھی جانے والی کتب

علماء کے درمیان یہ بات مشہور ہے کہ اصول فقہ کے موضوع پر سب سے پہلی تصنیف امام محمد بن ادریس شافعی(متوفی۲۰۴ھ) کی کتاب الرسالۃ ہے۔ علامہ ابن خلدون نے مقدمہ ابن خلدون میں اور حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں یہی موقف اختیار کیا ہے(۵۶)۔ جبکہ ابن خلکان نے تصریح کی ہے کہ سب سے پہلے امام اُبویوسفؒ نے حنفی مکتب فکر کے مطابق اصول فقہ پر ایک کتاب تحریر کی تھی۔ اور قرین قیاس بھی یہی ہے کہ امام ابویوسف یعقوب بن ابراہیمؒ نے سب سے پہلے اس موضوع پر کتاب تصنیف کی تھی اور سب سے پہلے انہی کو قاضی القضاۃ کا لقب دیا گیا(۵۷)۔

جبکہ اُبوالوفاء افغانیؒ کا مؤقف یہ ہے کہ اصول فقہ کے موضوع پر سب پہلی تصنیف امام اُبوحنیفہؒ کی کتاب ''الرائے'' ہے جس میں انہوں نے استنباط احکام کے اصول و قواعد بیان کیے ہیں۔ امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ نے بھی امام اُبوحنیفہؒ کی پیروی کی، اس کے بعد امام شافعیؒ نے ''الرسالۃ'' تحریر کیا۔ ان کے بعد اس موضوع پر تصنیف و تالیف کا تانتا بند گیا اور دیگر فقہاء نے اس موضوع پر مختلف کتابیں تصنیف فرمائیں، انہوں نے اس علمی مباحث کو مرتب کیا، اس کو وسعت دی اور اس میں اضافے کیے(۵۸)۔

امام شافعیؒ نے ''الرسالۃ''(۵۹) میں بیان اور اُس کی اقسام، احکام کی توضیحات، سنت سے قرآن کی تفسیر، اجماع، قیاس، استحسان، ناسخ و منسوخ، خاص، عام، امر و نہی، علل احادیث خبر واحد سے استدلال اور فقہاء کے اختلاف کے اسباب وغیرہ جیسے اصولی موضوعات پرگفتگو کی ہے(۶۰) یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ امام شافعیؒ کا ''الرسالۃ'' صرف تدوین کے اعتبار سے اُصول فقہ کا سب سے پہلا کام ہے۔

امام شافعی کی یہ کوشش چونکہ ابتدائی تھی اور کوئی بھی ابتدائی کوشش مکمل نہیں ہوا کرتی۔ اِس لئے اُصول فقہ کے لئے '' الرسالۃ'' کی حیثیت صرف ایک بنیاد کی سی ہے۔ جس پر بعد میں آنے والے فقہاء نے اُصول فقہ کی پوری عمارت کھڑی کی۔ شافعی مسلک کے اصولیین نے امام شافعی ہی کے طرز بیان کی تشریح، توضیح اورتفصیل کی اور دوسروں نے اُسے کچھ اضافوں کے ساتھ اپنایا(۶۱)۔ اس رسالہ میں ان کا اسلوب بڑا دقیق وعمیق ہے۔ اپنے نظریات کی تائید میں دلائل پیش کئے ہیں اور عجیب وغریب پختہ اورعلمی انداز میں اپنے مخالفین کے نظریات پربحث کی ہے۔ امام شافعی کے بعد اصول فقہ کے موضوع پر امام احمد بن حنبل نے ایک کتاب اطاعت رسولؐ پر اور دوسری ناسخ و منسوخ پر اور تیسری علل پر تصنیف کی۔

اصول فقہ پرلکھی جانے والی کتب کا اسلُوب

امام شافعی کے بعد اُصول فقہ پر جو کتابیں لکھی گئیں ہیں، ان میں کسی ایک اسلوب کو اختیارنہیں کیا گیا، بلکہ ان کے مختلف اسالیب سے ثابت ہوتا ہے کہ طرز تالیف دو واضح اور باہم ممتاز طریقوں میں منقسم ہو گیا۔

۱۔ متکلمین کا طریقہ ۲۔ احناف کا طریقہ(۶۲)

متکلمین کا طریقہ

متکلمین نے اپنی کتابوں میں اپنے فن یعنی علم الکلام کے تقاضوں کے مطابق عقلی استدلال کا طریقہ اختیار کیا اورفقہی جزئیات اورکسی فقہی مسلک کی موافقت و مخالفت سے بالاتر ہو کر صرف اُصول کی تقریر اور قواعد کی منطقی تحقیق سے سروکار رکھا۔ اس لیے ان کتابوں میں فقہی جزئیات کم ہیں۔ متکلمین نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ پہلے اصول فقہ کے قاعدے بنائے جائیں اور ان کو منضبط کیا جائے۔ ان کی تائید میں دلیلیں پیش کی جائیں اور اس کی قطعاً پرواہ نہ کی جائے کہ ائمہ مجتہدین سے

جو فقہی جزئیات منقول ہیں یہ ان اصولوں کے موافق ہیں یا مخالف۔

اس طریقہ میں اُصول فقہ پر نظری حیثیت سے بحث کی گئی ہے۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ اس علم کے قواعد کو اس طرح بنایا جائے کہ دلیل سے ان کی طرف رہنمائی ہوتی ہو۔ ان کو باقاعدہ استدلال کی میزان سمجھا جائے اور مجتہدین کے اجتہادات پر ان کو حاکم (فیصلہ کن) کی حیثیت دی جائے نہ کہ خادم کی، یعنی کسی مسلک کے فروعی احکام کی محض تائید کا کام ا ن سے نہ لیا جائے۔ اس طریقہ یا مسلک کو متکلمین کا مسلک یا متکلمین کا طریقہ کہتے ہیں۔ معتزلہ، شافعیہ اور مالکیہ نے اسی مسلک کو اختیار کیا۔

اصول فقہ کی تدوین کے ابتدائی مراحل میں فقہ جعفری کے علماء نے بھی اس مسلک کو اپنایا تھا، تاہم بعد میں ان کا میلان اس طرف ہو گیا کہ اس طریقے کو ایک دوسرے طریقہ کے ساتھ ملا دیا جائے اور وہ یہ ہے کہ ایک مقررہ مسلک کی فروعات کی روشنی میں ان اصولی قواعد کو بنایا جائے۔

متکلمین کی امتیازی خصوصیات

۱۔ اس میں عقلی استدلال۔ ۲۔ فقہی مذاہب کے ساتھ عدم تعصب۔

۳۔ فقہی جزئیات کا کم سے کم ذکر، اگر اتفاقاً ان کو کہیں بیان بھی کیا گیا تو وہ محض تمثیل کے طور پر(۶۳)۔

۲۔ احناف کا طریقہ

احناف نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ اپنے ائمۂ مجتہدین سے منقول اُصول و فروع کو پیش نظر رکھ کر ان کی مطابقت میں فقہ کے اُصول مقرر کئے جائیں اور اصول فقہ کے ایسے قواعد بنائے جائیں جو ائمہ سے منقول فقہی جزئیات کے مطابق ہوں۔ یعنی ان علماء نے ایسے قواعد بنائے جن کو انہوں نے دیکھا کہ ان کے لیے ائمہ نے اپنے اجتہاد اور استنباطِ احکام میں ان کی رعایت کی ہے اور جو فروع ان سے منقول ہیں، ان میں انہوں نے انہی اصول کو ملحوظ رکھا ہے۔

علماء احناف نے چونکہ اِس اُسلوب کو رواج دیا اور اس کو اختیار کیا اسی وجہ سے اس اسلوب کو حنفی اسلوب یا حنفی طریقہ کہا جاتا ہے۔ اس طریقہ کو عملی حیثیت سے امتیاز حاصل ہے، حنفی مسلک کے ائمہ سے جو فروع منقول ہیں، یہ طریقہ ان کی عملی تطبیق کا مطالعہ ہے۔ ان علماء نے اپنے ائمہ سے منقول فقہ جزئیا ت کی روشنی میں ایسے قواعد وضع کئے جن کے بارے میں ان کا خیال تھا کہ ان ائمہ

نے اجتہاد اور استنباطِ احکام میں ان کو ملحوظ رکھا تھا۔ اس وجہ سے یہ طریقہ ایک فقہی مسلک کے جزئیات کے قواعد کو تقویت دیتا ہے اور اجتہاد میں ان ائمہ کے مسلک کا دفاع کرتا ہے۔ اسی طرح یہ طریقہ فروع کے زیادہ مناسب ہے اور فقہ سے براہ راست متعلق ہے۔ علامہ ابن خلدون نے ان دنوں اسالیب پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ پہلا طریقہ نظری ہے اور دوسرا تطبیقی (٦٤)۔

متکلمین کے طرز پر لکھی جانے والی کتب

المحصول کے تعارف کے پیش نظر صرف اُن کتابوں کا مختصر تعارف پیش کیا جا رہا ہے جن کا تعلق المحصول سے ہے۔ متکلمین کے طرز پر متقدمین نے بہت سی کتابیں لکھیں ان میں سے اہم ترین اور بنیادی کتابیں تین ہیں۔

۱۔ اَلمُعتَمَد فی اُصول الفقه:

یہ کتاب ابو الحسین محمد بن علی بن الطیب البصری المعتزلی (متوفی ۴۳۶ھ) کی تصنیف ہے اور **المُعتَمَد**، عبد الجبار کی معروف کتاب **العهد** کی شرح ہے۔ ان دونوں حضرات کا تعلق معتزلہ سے تھا۔ **المُعتَمد فی اُصول الفقه**، شیخ خلیل المیس کی تعلیقات کے ساتھ دارالکتب العلمیۃ، بیروت، سے ۱۹۹۳ء، ۲ جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔

۲۔ البرهان فی اُصول الفقه:

اِس کتاب کے مصنف ابو المعالی امام الحرمین عبدالملک بن عبداللہ بن یوسف الجوینی الشافعی (م:۴۸۷ھ) ہیں۔ یہ کتاب صلاح بن محمد بن عویضۃ کی تعلیقات و حواشی کے ساتھ، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، سے۱۹۹۷ء میں ۲ جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔

۳۔ المستصفیٰ:

المستصفی ابو حامد محمد بن الغزالی الشافعی (متوفی ۵۰۵ھ) کی تصنیف ہے۔ یہ کتاب ڈاکٹر حمزہ بن زہیر کی تحقیقات کے ساتھ چار جلدوں میں دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۹۹۳ء میں شائع ہو چکی ہے۔ امام الحرمین اور امام غزالی کا تعلق اشاعرہ سے ہے۔

المحصول فی علم اصول الفقه:

یہ کتاب متاٴخرین متکلمین میں سے فخرالدین محمد بن عمر الرازی الشافعی م: ۶۰۶ھ کی تصنیف ہے۔ امام رازیؒ نے **العَهد**، **المُعتَمَد**، **اَلبُرهَان** اور **المُستَصفیٰ** کو پیش نظر رکھ کر نئے اسلوب میں ان

چاروں کتابوں کا خلاصہ **المحصول فی علم اصول الفقه** کے نام سے تحریر کیا ہے۔ اصول فقہ کے موضوع پر امام رازیؒ کی یہ اہم ترین تصنیف ہے جو کہ نہایت مبسوط اور مفصل ہے(۶۵)۔

امام رازیؒ نے یہ کتاب اُس وقت تصنیف کی جب آپ کی علمی شہرت کا سورج نصف النہار پر تھا اور آپ کی عمر تقریباً بتیس(32) سال تھی۔ امام رازیؒ نے **المعتمد فی اُصول الفقه** اور اما م غزالی کی **المستصفیٰ**، زبانی یاد کی ہوئی تھی۔ آپ نے **المحصول** کی تصنیف ۵۷۶ھ میں مکمل کی(۶۶)۔ **المحصول** میں آپ نے مذکورہ بالا چاروں کتابوں کا خلاصہ انتہائی آسان اور عام فہم انداز میں کیا، دلائل کے اضافہ ساتھ ساتھ اس میں مناظرانہ انداز اختیار کیا۔ **المحصول** کے اختتام پر امام رازیؒ نے خود اِس طرف اشارہ کیا(۶۷)۔

المحصول کی اہمیت کا اندازہ اِس سے لگایا جا سکتا ہے کہ امام رازیؒ کے حالات زندگی اور اصول فقہ کے موضوع پر لکھنے والے تمام مؤرخین و مصنفین نے اِس کتاب کا ذکر نمایاں انداز میں کیا ہے(۶۸)۔ امام رازی کی اس کتاب کو اتنی شہرت ملی کہ آپ کے بعد مختلف ادوار میں بہت سے فقہاء نے اس کتاب کی تلخیص اور تلخیص کی شروحات وغیرہ تحریر کیں۔

المحصول فی علم اصول الفقه کے دو تحقیق شدہ نسخے دستیاب ہیں: ایک نسخہ ڈاکٹر طہٰ جابر فیاض العلوانی کا تحقیق شدہ ہے۔ یہ نسخہ چھ جلدوں پر مشتمل ہے جو کہ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۹۹۲ء میں شائع ہوا ہے۔ ڈاکٹر طہٰ جابر فیاض العلوانی نے مفید حواشی کا اضافہ کیا ہے۔ دوسرا نسخہ عادل أحمد عبد الموجود اور علی محمد معوض کی تحقیق، تعلیقات و حواشی کے ساتھ مزین ہے۔ یہ نسخہ چار جلدوں پر مشتمل ہے اور مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکۃ المکرّمۃ، سے ۱۹۹۷ء میں شائع ہوا ہے۔

المحصول کی مباحث

علامہ رازیؒ نے المحصول میں اصول فقہ کی جن اہم مباحث کا ذکر کیا ہے ان کا خلاصہ درج ذیل ہے:

المحصول کی جلد اول، اصول فقہ کی تفسیر و تعریف، حکم شرعی، احکام شرعیہ، اصول فقہ کے ضروری ابواب، اصول فقہ کی تعلیم حاصل کرنے کا حکم، اصول فقہ سے متعلق لغوی مباحث، کلام کی ماہیت سے متعلق مباحث، اسمائے مشتقہ سے متعلق مباحث، مترادف اور مشترک الفاظ سے متعلق مباحث، حقیقت و مجاز کی تعریف، حکم اور ان سے متعلق ضروری مباحث، اصول فقہ سے متعلق حروف کے معانی و مفاہیم کے مباحث، کتابُ اللہ سے استدلال کرنے کا طریقہ اور اوامر و نواہی سے متعلق مباحث پر

مشتمل ہے۔

المحصول کی جلد دوم، اوامر و نواہی سے متعلق بقیہ مباحث، عام و خاص کی تعریف، اقسام اور ان سے متعلقہ احکام، حروف استفہام کی تعریف و احکام، لفظ ألکُلُ اور أَلْجَمِيع سے متعلق مباحث، معرفہ و نکر ہ کی تعریف اورحکم، ایسے الفاظ سے متعلق مباحث جو تذکیر و تانیث کے لیے یکساں طور پر استعمال ہوتے ہیں، استثناء کی تعریف اور احکام، **تخصیص العام بالشرط**، **تخصیص العام بالغایة والصِّفَةِ**، **تخصیصِ عام**، **تقییدِعام**، مُجمل اور مُبَیَّن کی تعریف، اقسام اورحکم، افعال کی تعریف اور اِن سے متعلقہ مباحث، ناسخ ومنسوخ کی تعریف، اقسام اور احکام وغیرہ مباحث پر مشتمل ہے۔

المحصول کی جلد سوم، ناسخ ومنسوخ سے متعلق بقیہ مباحث، اجماع کی تعریف، اقسام، حجیت اجماع اورحکم، خبر کا معنی، خبر کی اصطلاحی تعریف، صدق اور کذب کے لحاظ سے خبر کی اقسام، خبر کی قبولیت اور عدم قبولیت سے متعلق شرائط، تواتر کا معنی، تواتر کی تعریف، تواتر کی شرائط، سنتِ متواتر کی تعریف اورحکم، راوی کی عدالت سے متعلق مباحث، خبر واحد اور قیاس میں تعارض سے متعلقہ تفصیلی مباحث، خبر واحد اور کتاب اللہ میں تعارض سے متعلقہ احکام، ایسی روایت سے استدلال کا حکم کہ جس کے راوی کا عمل اُس کے خلاف ہو، صحابہ کرام کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایات اخذکرنے کا طریقہ اور اس سے متعلق دیگر مباحث، مُرسل کی تعریف اور حجیت، تدلیس کی تعریف اورحکم، روایت بالمعنی کا حکم، قیاس کی تعریف، حجیت قیاس، قیاس کی شرائط اور قیاس سے متعلقہ ضروری مباحث وغیرہ پر مشتمل ہے۔

المحصول کی جلد چہارم، قیاس سے متعلقہ بقیہ مباحث، علت کی تعریف اورحکم، نص کی تعریف اور حکم، صبر وتقسیم کی تعریف اورحکم طرد کی تعریف اورحکم، تنقیح المناط کی تعریف اورحکم، علت فاسدہ سے متعلق تفصیلی احکامات، اصل اور فرع کی تعریف اورحکم، اصل اور فرع سے متعلق شرائط، اجتہاد کی تعریف، مجتہد کی تعریف اور شرائط، مجتہد فیہ مسائل، اجتہاد کا حکم، مفتی کی تعریف و شرائط، مستفتی سے متعلق ضروری مباحث، استفتاء سے متعلقہ ضروری قواعد، فتویٰ کی تعریف اور شرعی حیثیت، ایسے ادلہ شرعیہ کا ذکر جن کے بارے میں مجتہدین کے درمیان اختلاف پایا جاتاہے، استصحاب کی تعریف اور حکم، استحسان کی تعریف اورحکم مصالح مرسلہ کی تعریف اورحکم وغیرہ سے متعلق مباحث پر مشتمل ہے۔

المحصول میں علامہ رازیؒ کا طرز تالیف زیادہ پیچیدہ، مغلق اور مشکل نہیں ہے، عربی زبان سے واقفیت رکھنے والا عام قاری بآسانی استفادہ کر سکتا ہے، کسی بھی موضوع پر بحث کرتے ہوئے، عنوان

قائم کرتے ہیں اس کے بعد تعریف اور مختصر حکم اور پھر المسألة الأولی، المسألة الثانیة، المسألة الثالثة، المسألة الرابعة، المسألة الخامسة... کے عنوان سے تفصیلی بحث کرتے ہیں اور مختلف فقہاء کی آراء کو ذکر کرنے کے بعد اُن کا محاکمہ کرتے ہیں، اپنے موقف کو مدلل انداز میں پیش کرتے ہیں اور ساتھ ساتھ مخالف نقطۂ نظر رکھنے والوں کے دلائل کو نقل کرتے ہیں، بطور نمونہ صرف دو مثالیں پیش خدمت ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب سے استدلال کے طریقہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الباب التاسع فی کیفیةِ الإستدلال بِخطاب اللّٰہِ عزَّوَجَلَّ،وخطابِ رسولِہٖ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم، وفیہ مسائل:

المسألة الأوُلی: فِی أنَّہٗ لایجوز أن یَّتکلَّمَ اللّٰہُ تعالی بِشیءٍ وَلایَعنِی (بہ) شیئًا.والخلاف فیہ مع الحَشْوِیَّةِ.

لَنا وَجْھَان:

احَدُھما: أنّ التَّکَلُّمَ بِما لا یُفِیْدُ شَیئًا ھَذیانٌ، وَھَوَ نَقْصٌ،وَالنَّقصُ عَلی اللّٰہِ تعالی مُحالٌ.

وثانِیھِما: أنَّ اللّٰہَ تعالی وَصَفَ القرآن بِکونِہٖ ھُدًی، وَشِفَاءً، وَبَیَانًا وذلِکَ لاَ یَحْصُلُ بِمالا یُفْھَمُ مَعناہُ.

واحْتجَّ الْمُخَالِفُ بأمُوْرٍ:

اَحدُھا: أنَّہٗ جَاءَ فی القرآن مَا لَا یُفِیْدُ، کقولہ: ﴿کھیعص﴾ مریم: ۱، وَمَا یُشْبِھُہٗ، وقولِہ: ﴿کَاَنَّہٗ رُءُ وْسُ الشَّیٰطِیْنِ﴾ الصافات: ۶۵وقولِہ: ﴿فَصِیَامُ ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ فِی الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَارَجَعْتُمْ تِلْکَ عَشَرَةٌ کَامِلَةٌ﴾ البقرة: ۱۹۶، فَقولُہ: عَشَرَةٌ کَامِلَةٌ، لایُفِیْدُ فائدةً زائدةً ، وَقَوْلِہٖ ﴿فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ﴾ الحاقة: ۱۳ وَقَوْلِہ ﴿وَقَالَ اللّٰہُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰھَیْنِ اثْنَیْنِ﴾ النحل: ۵۱.

وَثانیھَا: أنَّ الوَقْفَ علی قولہ تعالی ﴿وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَہٗٓ اِلَّا اللّٰہُ﴾ آل عمران: ۷، وَاجِبٌ وَمتی کان کذلک: لزِمَ القَولُ بِأنَّ اللّٰہَ تعالی (قَد) تَکَلَّمَ بِمالاَ یُفْھَمُ مِنْہُ شَیْءٌ.

بیانُ الأوَّل أنَّنا لَوْلَمْ نَقِفْ ھُنَاکَ، بَلْ وَقَفْنَ عَلی قَولِہٖ ﴿وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ﴾ آل عمران:۷، فَإذَا ابْتَدانا بِقَولِہٖ ﴿ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِہٖ﴾ کان المرادُ قائلین اٰمَنَّا بِہٖ کُلٌّ مِنْ عِندِرَبِّنَا، وَیَصِیرُ ذلک عائدًا إلی المذکوراتِ السالفة، فَیَصِیرُالمعنی: کَأنَّ اللّٰہَ تعَالی

والرَّاسِخِيۡنَ فِی العِلۡمِ قَالوا:، امَنَّا بِهٖ کُلٌّ مِنۡ عِندِرَبِّنَا،وَذلکَ غیرُجائزٍ علی اللّٰہِ تعالیٰ، فَثَبَتَ أنَّ الوَقۡفَ علی قولِہٖ تعالیٰ:﴿ وَمَا یَعۡلَمُ تَاۡوِیۡلَہٗ اِلَّا اللّٰہُ﴾ آل عمران: ۷، واجِبٌ.وَاذا ثَبَتَ ذلک ظَھَرَ أنّا لانَعۡلَمُ تاویۡل المُتَشَابِھات.

والجواب عن الأوّل: أنَّ لأھۡلِ التفسیرِ فِیھا أقۡوَالاً مشھُورةً، وَالحَقُّ فِیۡھَا، أنَّھَا أسماء السُّورِ.

وَأمّا قَولُہٗ: ﴿کَاَنَّہٗ رُءُوۡسُ الشَّیٰطِیۡنِ﴾ فَقِیۡلَ إنَّ العربَ کانوا یستقبِحونَ ذلک المتخیل ویَضۡرِبُونَ بِہِ المثل فی القُبۡحِ.

وَأمّا قَولُہٗ:عَشَرَۃٌ کَامِلَۃٌ، فذلک للتَّاکِیدِ، وَھَوَ الجوابُ ایۡضًا عن سائر الأیات(۲۹).

یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے ناممکن ہے کہ وہ کوئی بے معنی اور بے مقصد بات ارشاد فرمائیں۔ البتہ فرقہ حَشوِیَّہ (اِس سے مراد اصحاب ظاہریہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے تجسم کے قائل ہیں) اِس نظریہ سے اختلاف کرتے ہیں۔

ہمارے موقف کے درست ہونے کی دو وجوہات ہیں:

۱۔ ایسی گفتگو جس کا کوئی مطلب و مقصد نہ ہو وہ ہذیان و فضول گوئی کے زمرے میں آتی ہے، ہذیان و فضول ایک نقص اور عیب ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں نقص و عیوب کا پایا جانا محال ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے اوصاف کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: کہ قرآن کریم ہدایت، شفاء کا بیان ہے۔ یہ اوصاف ایسے کلمات سے حاصل نہیں ہو سکتے جن کے معانی سے واقفیت ممکن نہ ہو۔

مخالف نقطۂ نظر رکھنے والے اپنے موقف کی تائید میں درج ذیل دلائل پیش کرتے ہیں:

۱۔ قرآن کریم میں بعض ایسے الفاظ / کلمات کا استعمال ہوا ہے جن کا کوئی معنی و مقصد نہیں ہے جیسا کہ ﴿کھیعص﴾ مریم:۱، یا اس کے مشابہ دیگر الفاظ و کلمات مثلاً ﴿کَاَنَّہٗ رُءُوۡسُ الشَّیٰطِیۡنِ﴾ الصافات: ۶۵، ﴿ فَصِیَامُ ثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ فِی الۡحَجِّ وَسَبۡعَۃٍ اِذَارَجَعۡتُمۡ تِلۡکَ عَشَرَۃٌ کَامِلَۃٌ﴾ البقرۃ: ۱۹۶۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿عَشَرَۃٌ کَامِلَۃٌ﴾ کا کوئی مقصد نہیں ہے بلکہ غیر ضروری اور اضافی ہیں۔ اِسی طرح اللہ تعالیٰ کا قول﴿فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوۡرِ نَفۡخَۃٌ وَّاحِدَۃٌ﴾ الحاقۃ: ۱۳ اور اِسی طرح اللہ تعالیٰ کا قول ﴿وَقَالَ اللّٰہُ لَا تَتَّخِذُوۡۤا اِلٰـہَیۡنِ اثۡنَیۡنِ﴾ النحل: ۵۱ وغیرہ مثالیں موجود ہیں۔

۲۔ سورہ آل عمران کی آیت کریمہ ﴿وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ﴾ آل عمران: ۷ میں لفظ اللہ پر وقف کرنا واجب ہے، جب یہاں وقف کرنا واجب ہے تو اس سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے کلام کا تکلم فرمایا جس سے کسی قسم کا کوئی معنی و مفہوم اخذ نہیں کیا جا سکتا۔

علامہ رازیؒ فریق مخالف کے استدلال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

اگر ہم آیت کریمہ میں لفظ اللہ پر وقف کرنے کے بجائے ﴿وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ﴾ پر وقف کریں اور نئے جملے کا آغاز ﴿يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ﴾ سے کریں تو پھر آیت کریمہ کا مطلب یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ اور راسخین فی العلم کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے ہیں، سب کچھ ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے حوالہ سے یہ معنی بالکل غلط اور غیر مناسب ہو گا۔ لہذا یہ بات طے شدہ کہ آیت کریمہ ﴿وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ﴾ پر وقف کرنا واجب ہے اور اس سے یہ بات بھی ثابت ہو گئی قرآن میں موجود آیات متشابہات کی حقیقی مراد سے ہم واقفیت حاصل نہیں کر سکتے۔

اور جہاں تک پہلے اعتراض کا تعلق ہے اُس کا جواب یہ ہے کہ مفسرین کرام کے اِس بارے میں کئی اقوال مشہور ہیں، جن میں سے زیادہ صحیح اور درست بات یہ ہے کہ اس طرح کے الفاظ (**کھیعص**) سورتوں کے نام ہیں۔

اور جہاں تک ﴿**كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ**﴾ کا تعلق ہے تو اِس میں یہ حقیقت پیش نظر رہے کہ اہل عرب کے ہاں یہ محاورہ معروف و رائج تھا کہ جب کسی چیز کی منحوسیت و خرابی کا ذکرکرنا ہوتا تو وہ اِسی طرح کی مثال دیا کرتے تھے۔

اور ﴿عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ﴾ کے الفاظ سے صرف اور صرف تاکید مقصود ہے اور اِسی طرح دیگر اعتراضات کا یہی مناسب جواب ہوگا۔(۶۹)

۲۔ ایسے ادلہ شرعیہ جن کے بارے میں مجتہدین کے درمیان اختلاف پایا جاتاہے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

المسألة الرَّابعة: أَلْحَقُّ أَنَّ قَوْلَ الصَّحابِی لَيْسَ بحُجةٍ.

وقَالَ قَومٌ إنَّهٗ حُجَّةٌ مُطْلَقًا،وَمِنْهُمْ مَنْ فَصَّلَ ، وَذَكَرُوْا فيهِ وُجُوهًا:

أحدُها: أَنَّهٗ حُجَّةٌ ، إنْ خَالَفَ الْقِيَاسَ.

وَثَانِیُهَا: أَنَّ قَوْلَ أَبِی بَکرٍ، وَعُمَرَ رضی اللّٰہُ تعالی عَنهُما حُجَّۃٌ فَقَطُ.

وَثَالِثُهَا: أَنَّ قَوْلَ الْخُلَفَاءِ الأَرْبَعَۃِ إِذَا اِتَّفَقُوْا حُجَّۃٌ.

حقیقت یہ ہے کہ صحابی کا قول حجتِ شرعیہ نہیں ہے، جبکہ ایک جماعت کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ صحابی کا قول مطلقاً حجت شرعیہ ہے جبکہ بعض فقہاء نے تفصیل بیان کرتے ہوئے چند وجوہ کا ذکر کیا ہے، جن میں سے ایک قول یہ ہے کہ صحابی کا قول حجت شرعیہ ہے اگرچہ وہ خلاف قیاس ہی کیوں نہ ہو۔ دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمرفاروق رضی اللہ تعالی عنہما کا قول حجت شرعیہ ہے۔ جبکہ تیسرا قول یہ ہے کہ ایسا قول حجت شرعیہ ہوگا جس کے بارے میں خلفاء اربعہ کا اتفاق ہو۔

علامہ رازیؒ اپنے موقف کے حق میں دلائل دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

لَنَا: أَلنَّصُّ ،وَالْإِجْمَاعُ، والْقِیاسُ:

أَمَّا النَّصُّ: فَقَوْلُہُ تعَالیٰ﴿ فَاعْتَبِرُوْا یٰۤأُولِی الْاَبْصَارِ﴾الحشر: ۲،أَمَرَ بِاعْتِبَارِ، وَذٰلِکَ یُنَافِی جَوَازَ التَّقْلِیْدِ.

وَأَمَّا الإِجْمَاعُ: فَهُوَ أَنَّ الصَّحَابَۃَ أَجْمَعُوْا عَلی جَوازِ مُخَالِفَۃِ کُلِّ وَاحِدٍ مِنْ أَحَادِ الصَّحَابَۃِ فَلَمْ یُنْکِرُ أَبُوْبکرٍ،وعَمرُعَلی مَنْ خَالَفَهُمَا،وَلَا کُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلیٰ صَاحِبِہِ فِیْمَا فِیہِ اخْتَلَفَا.

وَأَمَّا القِیَاسُ: فَهُوَ أَنَّہُ مُتَمَکِّنٌ مِنْ اِدْرَاکِ الْحُکمِ بِطَرِیْقِہِ،فَوَجَبَ أَنْ یَحْرُمَ عَلَیہِ التَّقْلِیْدُ،کَمَا فِی الأَصولِ.

علامہ رازی اپنے موقف کی تائید میں دلائل دینے کے بعد مخالف نقطہ نظر رکھنے والوں کے دلائل کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَاحْتَجَّ الْمُخَالِفُ بِوُجُوْہٍ:

أَحَدُهَا: قَوْلُہُ عَلَیہِ الصَّلاۃُ وَالسَّلامُ: أَصْحَابِی کَالنُّجُوْمِ، بِأَیِّهِمُ اقْتَدَیْتُمْ،اهْتَدَیْتُمْ،جَعَلَ الإِهْتِدَاءَ لازِمًا للإِقْتِداءِ بأیِّ وَاحِدٍکانَ مِنْهُمْ،وَذٰلِکَ یَقْتَضِی أَنْ یَکُوْنَ قَوْلُہُ حُجَّۃٌ.

وَثَانِیُها: اِنْ لَمْ یَجُزْ اتّبَاعُ کُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ ،فَیَجِبُ اتِّبَاعُ أَبی بکرٍ وعُمرَ رضی اللّٰہُ عَنْهُما لِلْخَبَرِوَالإِجْمَاعِ.

أَمّا الْخَبَرُ: قَوْلُہُ عَلَیہِ الصَّلاۃُ وَالسَّلامُ: اِقْتَدُوْا بِالَّذِیْنَ مِن بَعْدِی: أَبِی بکرٍ وَعُمَرُ.

وَأَمَّا الْإِجْمَاعُ: فَقَدْ وَلّٰی عَبْدُالرَّحْمنِ عُثْمَانَ الخِلاَفَۃَ، بِشَرْطِ الإِقْتِدَاء بِسِیْرَۃِ

الشَّيْخَيْنِ،فَقِيْلَ، وَلَمْ يُنْكِرُ ذَلِکَ عَلَى عُثْمَانَ ،وَكَانَ ذَلِکَ بِمَحْضَرٍ مِنْ أَكَابِرِ الصَّحَابَةِ،فَكَانَ إِجْمَاعًا.

وَثَالِثُهَا: اِنْ لَمْ يَجِبُ اتِّباعُ أَبِی بكرٍ،وَعُمَرُ وَحْدَهُما، وَجَبَ اتِّبَاعُ الْخُلَفَاءِ الأَرْبَعَةِ ،لِقَوْلِهِ عَلَيهِ الصَّلاةُ وَالسَّلامُ: عَلَيْكُم بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ مِنْ بَعْدِیْ، وقولُهُ: عَلَيْكُمْ، للإِيْجَابِ وَهُوَ عَامٌّ.

وَرَابِعُهَا: أَنَّ الصَّحَابِی اِذَا قَالَ مَايُخَالِفُ القِيَاسَ، فَلاَ مَحْمَلَ لَهُ اِلَّا أَنَّهُ اتَّبَعَ الْخَبَرَ(۷۰.

المحصول فی علم اُصول الفقہ کی شروحات

۱۔ المحصول کی شروحات میں سے سب سے پہلی شرح علامہ شمس الدین محمد بن محمود بن محمدا لأصبہانی، م: ۷۷۸ھ نے تحریر کی تھی، یہ نامکمل شرح ہے کتابُ الإجماع تک شرح لکھ پائے تھے کہ اُن کی وفات ہوگئی(۷۱) یہ قلمی نسخہ ہے جو دار الکتب المصریۃ میں نمبر: ۴۷۳ کے تحت موجود ہے(۷۲)۔

۲. نفائس الاُصول،فی شرح المحصول

المحصول کی اہم اور معروف ترین شرح نفائس الاُصول فی شرح المحصول ہے۔ یہ شرح مشہور مالکی فقیہ شہاب الدین ابو العباس احمد بن ادریس قرافی، (م: ۶۸۴ھ) کی تصنیف ہے جو کہ نو(۹) جلدوں پر مشتمل ہے اور مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز،مکۃ المکرّمۃ، الریاض، (۱۹۹۷ء) شائع ہوئی ہے۔

المحصول فی علم اصول الفقہ کے خلاصے

کئی فقہاء کرام نے المحصول کے خلاصے تحریر کیے جن میں چند ایک درج ذیل ہیں:

۱. مُنْتَخَبُ المَحْصُول:

المحصول کا ایک اختصار و خلاصہ خود امام رازیؒ نے منتخب المحصول کے نام سے کیا تھا(۷۳)۔ قاضی بیضاوی عبداللہ بن عمرؒ (م:۶۸۵ھ) نے منتخب المحصول کی شرح لکھی تھی(۷۴)۔

۲. الحاصل مِنَ المحصول:

علامہ تاج الدین محمد بن الحسن الارمویؒ (م: ۶۵۶ھ) نے ذی الحج ۶۱۴ھ میں الحاصل من المحصول کے نام سے المحصول کا خلاصہ لکھا(۷۵)۔ قاضی عبد اللہ بن عمر البیضاوی(م: ۶۸۵ھ) نے المنہاج میں الحاصل کا خلاصہ لکھا۔ المنہاج کے شارح عبد الرحیم بن حسن الاسنوی م: ۷۷۲ھ لکھتے ہیں:

أخذ المصنف كتابه من الحاصل للأرموى وهو أخذ من المحصول للرازى واستمداد المحصول من كتابين لايكاد يخرج عنها غالبًا وهما المستصفىٰ للغزالى والمعتمد لأبى الحسن البصرى حتّٰى رأيتُه نقل منها الصفحة او قريبا منها بلفظها(۷۶).

اِس کے بعد تقی الدین اَبوالحسن علی بن عبدالکافی السبکیؒ(م: ۷۶۵ھ) نے **الابھاج فی شرح المنھاج علی منھاج الوصول الی علم الاصول للبیضاوی** (دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۰۴ھ، ۳:جلدیں) کے نام سے **المنھاج** کی شرح لکھی(۷۷)۔

۳۔ التحصیل:

علامہ محمود بن ابی بکر الارمویؒ(م: ۶۸۲ھ) نے **التحصیل** کے نام سے المحصول کا خلاصہ تحریر کیا(۷۸)۔ شیخ بدر الدین محمد بن اسعد التُستَری (م: ۷۳۲ھ) نے التحصیل کی ایک مختصر شرح **حل عقد التحصیل** کے نام سے تصنیف کی تھی۔ **حل عقد التحصیل** کے قلمی نسخے دارالکتاب،مصر میں (اصول الفقہ نمبر: ۱۴) اور مکتبہ الحرم المدنی الشریف میں موجود ہیں(۷۹)۔

۴۔ تنقیح الفصول فی الأصول:

المحصول کا خلاصہ **تنقیح الفصول فی الأصول** مشہور مالکی فقیہ شہاب الدین ابو العباس احمد بن ادریس قرافی م: ۶۸۴ھ نے تحریر کیا ہے، یہ کتاب المطبوعۃ الخیریۃ، قاہرہ سے (۱۳۰۶ھ) شائع ہو چکی ہے۔ یہ کتاب بیس ابواب اور ایک سو فصول پر مشتمل ہے(۸۰)۔

۵۔ تنقیح المحصول:

المحصول کا ایک خلاصہ امین الدین مظفر بن محمد التبریزی (م: ۶۲۱ھ) نے تنقیح المحصول کے نام سے تحریر کیا(۸۱)۔ تاج الدین عبد الرحیم بن محمد الموصلی(م: ۶۷۱ھ)(۸۲)، نجم الدین ابو الربیع سلیمان بن عبد القوی الطّوفی الحنبلی، (م: ۷۱۶ھ)(۸۳) اور علامہ الباجی علاء الدین علی بن محمد خطاب المغربی (م: ۷۱۴ھ)(۸۴) نے بھی المحصول کے اختصارات و خلاصے تحریر کیے(۸۵)۔

امام رازیؒ کی دیگر تصانیف

امام رازیؒ نے بہت سے علوم و فنون سے متعلق یادگار تصانیف چھوڑی ہیں۔ آپ عمر بھر تصنیف و تالیف میں مشغول رہے۔ آپ نے مختلف علوم و فنون پر عربی اور فارسی زبان میں نادر تصانیف کا ذخیرہ چھوڑا۔ آپ نے اپنے وصیت نامہ میں جس کا ذکر گذشتہ صفحات میں کیا جا چکا ہے، تصنیف

و تالیف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں ایک علم دوست آدمی تھا، اِس لیے ہر چیز کے بارے کچھ نہ کچھ ضرور لکھتا رہتا تھا تاکہ اُس چیز کی کمیت اور کیفیت کے بارے میں معلوم کر سکوں۔ خواہ وہ چیز حق ہو یا باطل، بری یا اچھی۔ لیکن میں نے اپنی معتبر کتابوں میں جو کچھ ثابت کیا ہے وہ یہ ہے کہ یہ محسوس کائنات ایک ایسے مدبر کی زیر تدبیر ہے جو متحیرات و مماثلت سے پاک ہے اور قدرت کاملہ علم اور رحمت کے ساتھ متصف ہے''۔

امام رازیؒ کی تمام تصانیف زبان و بیان، بحث و تمحیص، تحقیق و تدقیق اور امام رازیؒ کا انوکھا اسلوبِ تالیف، انتخاب اور تحقیق، جمع و ترتیب، اُن کا منفرد اندازِ استنباط، اُن کی تمام تصانیف میں جدت اور امتیازات سے مزین منفرد، نمایاں اور ممتاز نظر آتا ہے۔ اُن کے قریبی ساتھی اور دور کے لوگ بھی اُن کی اِن صلاحیتو ں کے زبردست معترف دکھائی دیتے ہیں۔

المحصول فی علم اصول الفقه اور **التفسیر الکبیر او مفاتیح الغیب** کے علاوہ اُن کی دیگر تصانیف نہ بھی ہوتیں تو یہ دونوں کتابیں ہی اُن کی علمی بزرگی اور شرافت پر بطور دلیل کافی تھیں۔ اُن کی کتاب ''(**التفسیر الکبیر او مفاتیح الغیب**)'' اپنی مثال آپ ہے اس کتاب میں حیرت انگیز عجیب و غریب اور ایسے نادر نکات کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کی نظیر نہ ان سے پہلے لوگوں کی تصانیف میں ملتی ہے اور نہ اُن کے بعد کے لوگوں میں۔

علامہ قفطی جو کہ امام رازی کے معاصر ہیں وہ لکھتے ہیں: آپ نے اَبو علی بن سینا کے بعض نظریات کا رد بہت ہی عمدہ، علمی و تحقیقی انداز میں کیا، آپ کی تصانیف اطراف عالَم میں پھیلی ہوئی ہیں(۸۶) علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے مختلف علوم و فنون پر اِن کی تصانیف کی تعداد، دو سو(200) سے متجاوز ہے(۸۷) جن میں سے چند مشہور کتب درج ذیل ہیں(۸۸):

۱. التفسير الكبير (مفاتيح الغيب)، ۲. تفسير الفاتحة وبيان انها تشتمل على آلف المسائل، ۳.تفسير القرآن الصغير، (أسرار التنزيل وأنوار التأويل) ۴. نهاية العقول ۵. المحصول في علم أصول الفقه ۶. المُحصّل ۷. الملَخَّص فی الحكمة ۸. شرح عيون الحكمة ۹. المباحث المشرقية ۱۰. لباب الاشارات ۱۱. المطالب العالية في الحكمة ۱۲. شرح الاشارات ۱۳. الأربعين في أصول الدين ۱۴. تنبيه الاشارة في الأصول ۱۵. المعالم فی الأصوليين ۱۶سراج القلوب ۱۷. زبدة الأفكار و عُمدة النُّظار ۱۸. الجامع الكبير المَلَكیّ فی الطب ۱۹. تأسيس التقديس ۲۰. المعالم في أصول الدين

٢١. المعالم في أصول الفقه ٢٢. مناقب الامام الشافعيؒ. تفسير أسماء اللّٰه الحُسنٰى ٢٤. تأسيس التقديس ٢٥. الطريقة في الجدل ٢٦. شَرح سِقُط الزَّند ٢٧ رسالة في السؤال ٢٨. منتخب تنكلوشا ٢٩. مباحث الوُجود والعَدم ٣٠. مباحث الجَدل ٣١. جواب الغَيلانى ٣٢. كتاب النبض ٣٣. شرح كُليّات القانون ٣٤. شرح الوجيز للغَزَالى ٣٥. الطريقة العلائية فى الخلاف ٣٦. لوامع البَيِّنات في شرح أسماء اللّٰه و الصفات ٣٧. كتاب فى إبطال القياس ٣٨. شرح نّهج البلاغة ٣٩. فضائل الصحابة الراشدين ٤٠. القضاء والقدر ٤١. رسالة في الحدوث ٤٢. اللطائف الغياثية ٤٣. شفاء العيّ مِن الخِلاف ٤٤. ألخَلقُ وَالْبَعْثُ ٤٥. الخمسين في أصول الدين ٤٦. كتاب الأخلاق ٤٧. الرسالة الصاحبيّة ٤٨. الرسالة المَجْديّة ٤٩. عِصْمَةُ الأنبياءِ ٥٠. كتاب فِي الرَّمل ٥١. شرح مصادرات أقليدس ٥٢. كتاب في الهند سة ٥٣. رسالة نفثة المصدور ٥٤. رسالة في ذم الدنيا ٥٥. الاختيارات العلائية في التأثيرات السماوِيّة ٥٦. إحكام الأحكام ٥٧. الرياض المؤنِقة فى المِلَل وَالنِّحَل ٥٨. رسالة في النّفس ٥٩. المُحَصَّل فِي شَرح كتاب ٦٠. المُفَصَّل لأبى القاسم محمود بن عمر بن محمد الزَّمَخْشَرى النحوى ٦١. المحصل في علم الكلام ٦٢. طريقة في الخلاف ٦٣. المحصول في الفقه ٦٤. الآيات البينات ٦٥. رسالة في التنبيه على بعض الأسرار المودعة في بعض سور القرآن الكريم ٦٦. شرح عيون الحكمة ٦٧. رسالة الجوهر الفرد ٦٨. مسائل الطب ٦٩. ألزُّبْدَةُ في عِلم الكلام ٧٠. كتاب الفراسة ٧١. الملخص في الفلسفة ٧٢. المباحث العمادية في المطالب المعادية ٧٣. رسالة في النبوات ٧٤. نهاية الايجاز في دراية الاعجاز ٧٥. البيان والبرهان في الرد على أهل الزيغ والطغيان ؛ في علم الكلام ٧٦. عيون المسائل النجارية ٧٧. تحصيل الحق ٧٨. مؤاخذات على النحاة ٧٩. تهذيب الدلائل وعيون المسائل في علم الكلام ٨٠. ارشاد النظائر الى لطائف الأسرار في علم الكلام .

امام رازی کی وہ کتابیں جو انہوں نے شروع کی تھیں مگر وہ تکمیل نہ کر سکے وہ درج ذیل ہیں :

١. شرح سقط الزند ٢. شرح كليات القانون ٣. شرح وجيز الغزالي ٤. في ابطال القياس ٥. شرح نهج البلاغة ٦. الجامع الكبير في الطب ٧. شرح المفصل للزمخشري ٨. التشريح من الرأس الى الحلق.

امام رازی کی فارسی کتب درج ذیل ہیں:

١. الرسالة الكمالية ٢. تهجين تعجيز الفلاسفة ٣. البراهين البهائية

حواشی

(۱) الصفدی، صلاح الدین خلیل بن ایبک، (م: ۷٦٤ھ) الوافی بالوفیات، داراحیاء التراث العربی، ۲۰۰۰ء، ۳:۱۷۵۔
- عمر رضا کحالہ، معجم المؤلفین، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۹۹۳ء، ۳: ۵۵۸، نمبر: ۱۵۰۰۷۔

(۲) الصفدی، صلاح الدین خلیل بن ایبک، (م: ۷٦٤ھ) الوافی بالوفیات ۳: ۱۷۵۔
- الذھبی، الحافظ المؤرخ شمس الدین محمد بن أحمد بن عثمان، (م: ۷۴۸ھ) العِبَر فی خَبَرِ مَنْ غَبَر، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۸۵ء، ۳: ۱۴۲۔
- العسقلانی، شہاب الدین حافظ احمد بن علی بن حجر (م: ۸۵۲ھ)، لسان المیزان، دارإحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۹۵ء، ۵: ۴۳۰۔
- شہاب الدین ابی الفلاح عبد الحی بن محمد العَکرِیّ الحَنبلی الدِّمَشْقِی، (م: ۱۰۸۹ھ) شذرات الذہب فی أخبار مَن ذَہب، دار ابن کثیر، دمشق / بیروت، ۱۹۹۱ء، ۷: ۴۰۔

(۳) الذھبی، الحافظ المؤرخ شمس الدین محمد بن أحمد بن عثمان، میزان الإعتدال، (م: ۷۴۸ھ) دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۵ء، ۵: ۴۱۱، نمبر: ٦٦۹۲ (۶۵۷۲)۔

(۴) الحموی، شہاب الدین أبوعبداللہ یاقوت بن عبد اللہ الرومی البغدادی، (م: ٦۲٦ھ) معجم البلدان، دار صادر، بیروت، ۱۹۷۷ء، ۳: ۱۱٦-۱۲۲۔
- صفی الدین عبد المؤمن بن عبد الحق (م: ۷۳۹ھ) مراصد االإطلاع علی أسماء الأمکنة والبقاع، دار الجیل، بیروت، ۱۹۹۲ء، ۲: ٦۵۱۔
- ڈاکٹر طہ جابر فیاض علوانی، مقدمة المحقِق، المحصول فی علم الأصول، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۹۹۲ء، ۱: ۳۱۔

(۵) الذھبی، الحافظ المؤرخ شمس الدین محمد بن أحمد بن عثمان، میزان الإعتدال، (م: ۷۴۸ھ)، ۵: ۴۱۱، نمبر: ٦٦۹۲(۶۵۷۲)۔

(٦) (۲۴) الصفدی، صلاح الدین خلیل بن ایبک، (م: ۷٦٤ھ) الوافی بالوفیات، ۳: ۱۷۵۔
- الذھبی، الحافظ المؤرخ شمس الدین محمد بن أحمد بن عثمان (م: ۷۸۴ھ) تاریخ الاسلام وَوَفیات المشاہیر و الأعلام، دارالکتاب العربی، بیروت، ۱۹۹۷ء، ۴۳: ۲۱۳۔
- شہاب الدین ابی الفلاح عبد الحی بن محمد العَکرِیّ الحَنبلی الدِّمَشْقِی، (م: ۱۰۸۹ھ) شذرات الذَھب فی أخبار مَن ذَھب، ۷: ۴۰۔

(۷) الذھبی، الحافظ المؤرخ شمس الدین محمد بن أحمد بن عثمان (م: ۷۴۸ھ) تاریخ الاسلام وَوَفیات المشاہیر والأعلام، ۴۳: ۲۱۳۔

(۸) العسقلانی، شہاب الدین حافظ احمد بن علی بن حجر، (م: ۸۵۲ھ) لسان المیزان، داراحیاء التراث العربی، ۵:۴۳۱۔

(۹) ابن أبی اصیبعۃ، مُوَفَّق الدین أحمد بن القاسم الخزرجی، (م: ٦٦۸) عیون الأنباء فی طبقات الأطباء، الباب الحادی عشر طبقات الأطباء الذین ظھروا فی بلادالعجم، دارمکتبۃ الحیاۃ، بیروت، ۱:٦٦۲۔
- السبکی، عبدالوہاب بن علی بن عبد الکافی، (م: ۷۷۱ھ) طبقات الشافعیة الکبریٰ، لطبقۃ السادسۃ۸: ۴۴، نمبر: ۱۰۸٦۔ یہ کتاب انٹرنیٹ پر ’’موقع مشکاۃ للکتب الاسلامیۃ، www.almeshkat.net‘‘ موجود ہے۔

(۱۰) الذھبی، الحافظ المؤرخ شمس الدین محمد بن أحمد بن عثمان (م: ۷۴۸ھ)، تاریخ الاسلام وَوَفیات المشاهیر والأعلام، ۴۳: ۲۱۴۔

(۱۱) القِفطِیّ، جمال الدین أبو الحسن، علی بن یوسف، (م: ۶۴۶ھ) أخبار العُلماء بأخبار حُکماء، دار الکتب الخدیویة، ۱۳۲۶ھ، ۲: ۱۹۰۔

(۱۲) الذھبی، الحافظ المؤرخ شمس الدین محمد بن أحمد بن عثمان (م: ۷۴۸ھ)، سیر أعلام النبلاء، مؤسسة الرسالة، بیروت، ۱۹۸۴ء، ۲۱: ۵۵۱، نمبر: ۲۶۱۔

- ابن کثیر، حافظ عماد الدین أبی الفداء اسماعیل بن عمر القُرشی الدِّمشقی، (م: ۷۷۴ھ) البدایة والنهایة، مرکز البحوث و الدراسات العربیة والإسلامیة، بدار ہجر، قاہرہ، مصر، ۱۹۹۷ء-۱۹۹۸ء، ۱۷: ۱۱۔

(۱۳) خراسان میں موجود ''دریائے جیحون'' کے مشرقی علاقوں کو ماوراء النہر کا کہا جاتا ہے، مزید تفصیل کے لیے دیکھیں: الحموی، شهاب الدین أبو عبداللہ یاقوت بن عبد اللہ الرومی البغدادی، (م: ۶۲۶ھ) معجم البلدان، دار صادر، بیروت، ۱۹۷۷ء، ۵: ۴۵-۴۷۔

(۱۴) الذھبی، الحافظ المؤرخ شمس الدین محمد بن أحمد بن عثمان (م: ۷۴۸ھ)، تاریخ الاسلام وَوَفیات المشاهیر والأعلام، ۴۳: ۲۱۴۔

- السبکی، عبد الوہاب بن علی بن عبد الکافی، (م: ۷۷۱ھ) طبقات الشافعیة الکبریٰ، لطبقة السادسة ۸: ۴۴، نمبر:۱۰۸۶۔

(۱۵) الذھبی، الحافظ المؤرخ شمس الدین محمد بن أحمد بن عثمان (م: ۷۴۸ھ)، تاریخ الاسلام وَوَفیات المشاهیر والأعلام، ۴۳: ۲۱۴-۲۱۵۔

- العسقلانی، شهاب الدین حافظ احمد بن علی بن حجر، (م: ۸۵۲ھ) لسان المیزان، ۵: ۴۳۲۔

(۱۶) القِفطِیّ، جمال الدین أبو الحسن، علی بن یوسف، (م: ۶۴۶ھ) تاریخ الحکماء، لیبکسک، ۱۳۲۰ھ، ص: ۲۹۲

- القِفطِیّ، جمال الدین أبو الحسن، علی بن یوسف، (م: ۶۴۶ھ) أخبار العُلماء بأخبار حُکماء، ۱۳۲۶ھ، ۲: ۱۵۳۔

(۱۷) العسقلانی، شهاب الدین حافظ احمد بن علی بن حجر، (م: ۸۵۲ھ) لسان المیزان، ۵: ۴۳۲۔

(۱۸) ابن الاثیر، أبو الحسن علی بن أبی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری، (م: ۶۳۰ھ)، الکامل فی التاریخ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ، ۱۰: ۲۸۳۔

(۱۹) الذھبی، الحافظ المؤرخ شمس الدین محمد بن أحمد بن عثمان (م: ۷۴۸ھ) تاریخ الاسلام وَوَفیات المشاهیر والأعلام، ۴۳: ۸۹۔

(۲۰) المؤمن: ۴۳۔

(۲۱) الذھبی، الحافظ المؤرخ شمس الدین محمد بن أحمد بن عثمان (م: ۷۴۸ھ) تاریخ الاسلام وَوَفیات المشاهیر والأعلام، ۴۳: ۸۹-۹۰۔

- الذھبی، الحافظ المؤرخ شمس الدین محمد بن أحمد بن عثمان (م: ۷۴۸ھ)، العِبَر فی خَبَرِ مَنْ غَبَر، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۸۵ء، ۳: ۱۳۳۔

(۲۲) الذھبی، الحافظ المؤرخ شمس الدین محمد بن أحمد بن عثمان (م: ۷۴۸ھ) تاریخ الاسلام وَوَفیات المشاهیر والأعلام، ۴۳: ۲۱۳۔

- شهاب الدین ابی الفلاح عبد الحی بن محمد العَکرِیّ الحَنبَلی الدِّمَشْقِی، (م: ۱۰۸۹ھ) شذرات الذَهب فی أخبار

مَن ذَھب، ۷: ۴۰۔

(۲۳) ابن کثیر، حافظ عماد الدین أبی الفداء اسماعیل بن عمر القُرشی الدِّمشْقی (م: ۷۷۴ھ)، البدایۃ والنہایۃ، مرکز البحوث و الدراسات العربیۃ والإسلامیۃ، بدار ہجر، قاہرہ، مصر، ۱۹۹۷ء-۱۹۹۸ء، ۱۷: ۱۱۔

(۲۴) الذھبی، الحافظ المؤرخ شمس الدین محمد بن أحمد بن عثمان (م: ۷۴۸ھ) تاریخ الاسلام وَوَفیات المشاہیر والأعلام، ۴۳: ۲۱۳۔

(۲۵) السبکی، عبد الوہاب بن علی بن عبد الکافی، (م: ۷۷۱ھ) طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، لطبقۃ السادسۃ ۸: ۴۴، نمبر:۱۰۸۶۔

(۲۶) الذھبی، الحافظ المؤرخ شمس الدین محمد بن أحمد بن عثمان (م: ۷۴۸ھ) تاریخ الاسلام وَوَفیات المشاہیر والأعلام، ۴۳: ۲۱۸۔

- السبکی، عبد الوہاب بن علی بن عبد الکافی، (م: ۷۷۱ھ) طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، لطبقۃ السادسۃ ۸: ۴۵، نمبر:۱۰۸۶۔

(۲۷) الذھبی، الحافظ المؤرخ شمس الدین محمد بن أحمد بن عثمان (م: ۷۴۸ھ) تاریخ الاسلام وَوَفیات المشاہیر والأعلام، ۴۳: ۸۸۔

- الصفدی، صلاح الدین خلیل بن ایبک، (م: ۷۶۴ھ) الوافی بالوفیات داراحیاء التراث العربی، ۲۰۰۰ء، ۳: ۱۷۸۔

(۲۸) ابن الاثیر، أبو الحسن علی بن أبی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری، (م: ۶۳۰ھ) الکامل فی التاریخ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ، ۱۰: ۲۶۳۔

(۲۹) الصفدی، صلاح الدین خلیل بن ایبک، (م: ۷۶۴ھ) الوافی بالوفیات داراحیاء التراث العربی، ۲۰۰۰ء، ۳: ۱۷۶۔

- السبکی، عبد الوہاب بن علی بن عبد الکافی، (م: ۷۷۱ھ) طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، لطبقۃ السادسۃ ۸: ۴۶، نمبر:۱۰۸۶۔

(۳۰) شہاب الدین ابی الفلاح عبد الحی بن محمد العَکرِیّ الحَنبَلی الدِّمَشْقِی، (م: ۱۰۸۹ھ) شذرات الذہب فی أخبار مَن ذَہب، ۷: ۴۲۔

- السبکی، تاج الدین عبد الوہاب بن علی بن عبد الکافی، (م: ۷۷۱ھ) طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، الطبقۃ السادسۃ، ۸:۴۸، نمبر: ۱۰۸۶۔

(۳۱) فیروز کوہ کا معنی نیلا پہاڑ، اہل خراسان اِس کو ''پیرُوزہ'' کہتے ہیں جس کے معنی نیلگوں کے ہیں، غورشستان اور غزنی وہرات کے درمیان ایک بہت بڑا قلعہ تھا جس میں سطان غیاث الدین غوری اور اُس کا بھائی سلطان شہاب الدین غوری رہا کرتے تھے۔ دیکھیے: الحموی، شہاب الدین أبوعبداللہ یاقوت بن عبد اللہ الرومی البغدادی، (م: ۶۲۶ھ) معجم البلدان، دارصادر، بیروت، ۱۹۷۷ء، ۴:۲۸۴۔

(۳۲) ابن الاثیر، أبو الحسن علی بن أبی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری، (م: ۶۳۰ھ) الکامل فی التاریخ، ۱۰: ۲۶۲-۲۶۳۔

(۳۳) أحمد بن مصطفیٰ، طاش کبری زادہ، مفتاح السعادۃ، و مصباح السیادۃ فی موضوعات العلوم، (م: ۹۶۸ھ) دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۹۸۵ء ۲: ۱۰۸۔

(۳۴) شہاب الدین ابی الفلاح عبد الحی بن محمد العَکرِیّ الحَنبَلی الدِّمَشْقِی، (م: ۱۰۸۹ھ) شذرات الذہب فی أخبار مَن ذَہب، ۷: ۴۱۔

- الذھبی، الحافظ المؤرخ شمس الدین محمد بن أحمد بن عثمان (م: ۷۴۸ھ)، سیر أعلام النبلاء، ۲۱: ۵۵۱، نمبر: ۲۶۱۔

(۳۵) الرازی، فخرالدین محمد بن عمر (م: ۶۰۶ھ) التفسیر الکبیر او مفاتیح الغیب، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۹۹۰ء، ۱۸:

۱۸۲-۱۸۳۔

(۳۶) بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح للبخاری، المکتبة السلفیة، القاهرة، ۱۴۰۰ھ کتب التوحید، باب قول الله تعالی ﴿ویحذّرُکم اللهُ نَفْسهٔ﴾ ۴: ۳۸۴، حدیث نمبر: ۷۴۰۵۔ و باب قول اللہ تعالیٰ ﴿یریدون أن یبدلوا کلام اللّٰهِ﴾ ۴: ۴۰۴، حدیث نمبر: ۷۵۰۶۔

(۳۷) النمل: ٦٢.

(۳۸) البقرة: ١٨٦.

(۳۹) محمد سے مراد سلطان محمد علاء الدین تکش خوارزمشاہ ہے جو امام رازیؒ کے شاگرد رشید تھے۔ دیکھیے: الکامل فی التاریخ: ۱۲: ۱۳۵، البدایۃ و النھایۃ، ۱۳: ۸۹۔

(۴۰) جس شخص کے بارے میں وصیت کی گئی اُس کے نام کے بارے میں معلومات حاصل نہ ہوسکیں، ممکن ہے امام رازی کے داماد، علاء الملک العلوی ہوں یا آپ کے شاگر ابراہیم بن ابوبکر بن علی اصفہانیؒ۔ ڈاکٹر طہ جابر فیاض علوانی، حاشیہ نمبر: ۵، مقدمۃ المحقق، المحصول فی علم الاُصول، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۹۹۲ء، ۱: ۶۹۔

(۴۱) النحل: ۱۲۸،

(۴۲) معجم البلدان میں ہے ''مزدقان'' رے قرب وجوار میں ایک چھوٹی سی بستی ہے یہاں عظیم علماء اور بڑے ہی باکمال افراد پیدا ہوئے ہیں۔ دیکھیے: الحموی، شہاب الدین أبو عبداللہ یاقوت بن عبداللہ الرومی البغدادی، (م: ۶۲۶ھ) معجم البلدان، دار صاد، بیروت، ۱۹۷۷ء، ۵: ۴۶۱۔

(۴۳) ابن أبی اصیبعۃ، مُوَفَّق الدین أحمد بن القاسم الخزرجی، (م: ٦٦٨) عیون الأنباء فی طبقات الأطباء، الباب الحادی عشر طبقات الأطباء الذین ظهروا فی بلادالعجم، ۱: ۴۶۶-۴۶۸۔

- الذھبی، الحافظ المؤرخ شمس الدین محمد بن أحمد بن عثمان (م: ۷۴۸ھ) تاریخ الاسلام وَوَفیات المشاهیر والأعلام، ۴۳: ۲۱۴۔

- الصفدی، صلاح الدین خلیل بن ایبک، (م: ۷۶۴ھ) الوافی بالوفیات داراحیاء التراث العربی، ۲۰۰۰ء، ۳: ۱۷۷۔

- السبکی، عبد الوہاب بن علی بن عبد الکافی (م: ۷۷۱ھ)، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، الطبقۃ السادسۃ، ۸: ۴۶-۴۸، نمبر: ۱۰۸۶۔

(۴۴) الرازی، فخرالدین محمد بن عمر، (م: ۶۰۶ھ) التفسیر الکبیر او مفاتیح الغیب، ۱۸: ۱۱۶۔

(۴۵) الذھبی، الحافظ المؤرخ شمس الدین محمد بن أحمد بن عثمان (م: ۷۴۸ھ) سیر أعلام النبلاء، ۲۱: ۵۵۱، نمبر: ۲۶۱۔

- السبکی، عبد الوہاب بن علی بن عبد الکافی، (م: ۷۷۱ھ) طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، ۸: ۵۰، الطبقۃ السادسۃ، نمبر: ۱۰۸۶۔

- بکر أبوزید، طبقات النسابین، الطبقۃ السابعۃ، ۱: ۲۲، نمبر: ۲۸۷، www.alwarraq.com

- الیافعی، ابو محمد عبد اللہ بن اسعد الیمنی، ۲: ۱۳۸، www.alwarraq.com

(۴۶) القِفطِیؒ، جمال الدین أبو الحسن، علی بن یوسف، م: ۶۴۶ھ، تاریخ الحکماء، لیپکسک، ۱۳۲۰ھ، ص: ۲۹۲۔

- ابوشامۃ المقدسی، شہاب الدین أبی محمد عبد الرحمٰن بن اسماعیل الدمشقی، (م: ۶۶۵ھ) تراجم رجال القرَنین السادس والسابع، دارالجیل، بیروت، ۱۹۷۷ء، ص: ۶۸۔

- ابن کثیر، حافظ عماد الدین أبی الفداء اسماعیل بن عمر القُرشی الدِمشقی، (م: ۷۷۴ھ) البدایۃ و النھایۃ، ۱۷: ۱۲۔

(٤٧) الذھبی، الحافظ المؤرخ شمس الدین محمد بن أحمد بن عثمان (م: ٧٤٨ھ)، سیر أعلام النبلاء، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ١٩٨٤ء، ٢١: ٥٥١، نمبر: ٢٦١۔

(٤٨) ابن کثیر، حافظ عماد الدین أبی الفداء اسماعیل بن عمر القُرشی الدِمشقی، (م: ٧٧٤ھ) البدایۃ و النھایۃ ١٧: ١٢۔

(٤٩) القِفطِیّ، جمال الدین أبو الحسن، علی بن یوسف، (م: ٦٤٦ھ) أخبار العُلماء بأخبار حُکماء، ١٣٢٦ھ، ٢: ١٩٠۔

(٥٠) ابن خلکان، أبو العباس شمس الدین احمد بن محمد بن أبی بکر، (م: ٦٨١ھ)، وفیات الأعیان وابناء الزمان، دار صادر، بیروت، ١٩٩١ء -١٩٩٤ء، ٤: ٢٥٢۔

(٥١) القِفطِیّ، جمال الدین أبو الحسن، علی بن یوسف، (م: ٦٤٦ھ) أخبار العُلماء بأخبار حُکماء، ١٣٢٦ھ، ٢: ١٩٠۔

(٥٢) ابن خلکان، أبو العباس شمس الدین احمد بن محمد بن أبی بکر، (م: ٦٨١ھ) وفیات الأعیان وابناء الزمان، دار صادر، بیروت، ١٩٩١ء-١٩٩٤ء، ٤: ٢٥٢۔

- الذھبی، الحافظ المؤرخ شمس الدین محمد بن أحمد بن عثمان (م: ٧٤٨ھ) تاریخ الاسلام وَ وَفیات المشاھیر والأعلام، د، ٣٤: ٢١٤۔

(٥٣) ابن کثیر، حافظ عماد الدین أبی الفداء اسماعیل بن عمر القُرشی الدِمشقی، (م: ٧٧٤ھ)، البدایۃ والنھایۃ، ١٧: ١٢۔

(٥٤) القِفطِیّ، جمال الدین أبو الحسن، علی بن یوسف، (م: ٦٤٦ھ)، تاریخ الحکماء، لیپکسک، ١٣٢٠ھ، ص: ٢٩٢۔

- جمال الدین أبوالحسن، علی بن یوسف، (م: ٦٤٦ھ)، أخبار العُلماء بأخبار حُکماء، ١٣٢٦ھ، ١٩١:٢۔

(٥٥) ابوشامۃ المقدسی، شھاب الدین أبی محمد عبد الرحمٰن بن اسماعیل الدمشقی، (م: ٦٦٥ھ) تراجم رجال القرنَین السادس والسابع، ٦٨۔

- شھاب الدین ابی الفلاح عبد الحی بن محمد العَکرِیّ الحَنبَلی الدِّمَشقِی، (م: ١٠٨٩ھ) شذرات الذھب فی أخبار مَن ذَھب، ٧: ٤٢۔

- الذھبی، الحافظ المؤرخ شمس الدین محمد بن أحمد بن عثمان (م: ٧٤٨ھ)، العِبَر فی خَبَرِ مَنْ غَبَر، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٩٨٥ء، ٣: ١٤٢۔

- الذھبی، الحافظ المؤرخ شمس الدین محمد بن أحمد بن عثمان (م: ٧٤٨ھ)، تاریخ الاسلام وَوَفیات المشاھیر والأعلام، ٣٤: ٢١٤۔

- عمر رضا کحالہ، معجم المؤلفین، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ١٩٩٣ء، ٣: ٥٥٩، نمبر: ١٥٠٠٧۔

- اسماعیل باشا بن محمد امین البابانی البغدادی، (م: ١٣٣٩ھ) ھدیۃ العارفین، أسماء المؤلفین و اثار المُصنفین، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ١٩٥١ء، ٢: ١٠٧۔

(٥٦) عبدالرحمٰن بن خلدون، (٧٣٢ھ-٨٠٨ھ)، مقدمہ ابن خلدون، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوضیع، ٢٠٠١ء، ص: ٥٧٦۔

- حاجی خلیفۃ، مصطفٰی بن عبداللہ، (م: ١٠٦٧ھ) کشف الظُّنون عن اسامی الکُتُبِ و الفُنون، دارإحیاء التراث العربی بیروت، ١٩٨١ء، صفحات: ١١٠۔

- شیخ محمد خضری بک، اصول الفقہ، المکتبہ التجاریۃ الکبری، اسکندریہ، مصر ٢٠٠٢ء، ص: ٥۔

(٥٧) ابن خلکان، أبو العباس شمس الدین احمد بن محمد بن أبی بکر، (م: ٦٨١ھ) وفیات الأعیان وابناء الزمان، ٦: ٣٨٢۔

(٥٨) السرخسی، أبو بکر محمد بن أحمد، م: ٣٩٠ھ، اصول السرخسی، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ١٩٩٣، ١:٣۔

(۵۹) امام شافعیؒ کی کتاب ''الرسالۃ' احمد محمد شاکر کی تحقیق اور تشریح کے ساتھ، المکتبۃ العلمیۃ، بیروت سے شائع ہو چکی ہے۔ یہ کتاب ۱۸۲۱ دفعات اور ۶۷۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

(۶۰) عبدالرحمٰن بن خلدون، (۷۳۲ھ-۸۰۸ھ)، مقدمہ ابن خلدون، دار الفکر للطباعة والنشر والتوضیع، ۲۰۰۱ء، ص: ۵۷۶۔

(۶۱) شیخ محمد خضری بک، اصول الفقہ، ص: ۶۔

(۶۲) ایضاً، ص: ۶

(۶۳) عبدالرحمٰن بن خلدون، (۷۳۲ھ-۸۰۸ھ)، مقدمہ ابن خلدون، ص: ۵۷۶۔

(۶۴) ایضاً، ص: ۵۷۶۔

(۶۵) ایضاً، ص: ۵۷۶۔

(۶۶) ڈاکٹر طہ جابر فیاض علوانی، مقدمة المحَقِق، المحصول فی علم الأصول، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۹۹۲ء، ۱: ۴۸،۵۱۔

(۶۷) الرازی، فخر الدین محمد بن عمر، (م: ۶۰۶ھ) المحصول فی علم الاصول، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکۃ المکرّمۃ، ۱۹۹۷ء، ۴:۱۴۸۴۔

(۶۸) تفصیل ملاحظہ ہو: ڈاکٹر طہ جابر فیاض علوانی، مقدمة المحَقِق، المحصول فی علم الأصول، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۹۹۲ء، ۱: ۵۰-۵۱۔

(۶۹) الرازی فخر الدین محمد بن عمر، المحصول فی علم اصول الفقه، ۱: ۲۱۹-۲۲۱۔

(۷۰) الرازی فخر الدین محمد بن عمر، المحصول فی علم اصول الفقه،۴: ۱۴۴۸-۱۴۴۹۔

(۷۱) ابن کثیر، حافظ عماد الدین أبی الفداء اسماعیل بن عمر القُرشی الدِّمشقی (م: ۷۷۴ھ)، البدایۃ والنہایۃ، ۱۷: ۶۲۰۔

- السبکی، عبدالوہاب بن علی بن عبد الکافی، (م: ۷۷۱ھ) طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، لطبقۃ السادسۃ ۸: ۵۳، نمبر ۱۰۹۵۔

(۷۲) ڈاکٹر طہ جابر فیاض علوانی، مقدمة المحَقِق، المحصول فی علم الأصول، ۱: ۵۲۔

(۷۳) حاجی خلیفۃ، مصطفیٰ بن عبداللہ، (م: ۱۰۶۷ھ) کشف الظُّنُون عن اسامی الکُتُبِ و الفُنون، ۲: ۱۶۱۶۔

- اسماعیل باشا بن محمد امین البابانی البغدادی، (م: ۱۳۳۹ھ) ھدیۃ العارفین، أسماء المؤلفین و اثار المُصنّفین، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۵۱ء، ۲: ۱۰۸۔

(۷۴) اسماعیل باشا بن محمد امین البابانی البغدادی، (م: ۱۳۳۹ھ) ایضاح المکنون فی الذیل علی کشف الظُّنُون عن اسامی الکُتُبِ و الفُنون، دار إحیاء التراث العربی بیروت، ۱۹۵۱ء، ۲: ۵۶۹۔

(۷۵) حاجی خلیفۃ، مصطفیٰ بن عبداللہ، (م: ۱۰۶۷ھ) کشف الظُّنُون عن اسامی الکُتُبِ والفُنون، ۲: ۱۶۱۵۔

- اسماعیل باشا بن محمد امین البابانی البغدادی، (م: ۱۳۳۹ھ) ھدیۃ العارفین، أسماء المؤلفین و اثار المُصنّفین، (م:۱۳۳۹ھ) ۲: ۱۲۹۔

(۷۶) حاجی خلیفۃ، مصطفیٰ بن عبداللہ، (م: ۱۰۶۷ھ) کشف الظُّنُون عن اسامی الکُتُبِ والفُنون، ۲: ۱۶۱۵-۱۶۱۶۔

(۷۷) ابن کثیر، حافظ عماد الدین أبی الفداء اسماعیل بن عمر القُرشی الدِّمشقی، م: ۷۷۴ھ البدایۃ و النہایۃ، ۱۸۔۵۶۶

- شہاب الدین ابی الفلاح عبد الحی بن محمد العَکرِیّ الحَنبلی الدِّمَشقِی، (م: ۱۰۸۹ھ) شذرات الذَہب فی أخبار مَن ذَہب، ۸: ۳۰۷-۳۱۰۔

(۷۸) حاجی خلیفۃ، مصطفیٰ بن عبداللہ، (م: ۱۰۶۷ھ) کشف الظُّنُون عن اسامی الکُتُبِ والفُنون، ۲: ۱۶۱۵۔

(۷۹) شہاب الدین ابی الفلاح عبد الحی بن محمد العَکرِیّ الحَنبَلی الدِّمَشقِی، (م: ۱۰۸۹ھ) شذرات الذہب فی أخبار مَن ذہب، ۸: ۱۷۹۔

- ڈاکٹر طہ جابر فیاض علوانی، مقدمة المحَقِق، المحصول فی علم الأصول، ۱: ۵۴۔

(۸۰) حاجی خلیفۃ، مصطفیٰ بن عبداللہ، (م: ۱۰۶۷ھ) کشف الظّنُون عن اسامی الکُتُبِ والفُنون، ۱: ۴۹۹۔

(۸۱) ڈاکٹر طہ جابر فیاض علوانی، مقدمة المحَقِق، المحصول فی علم الأصول، ۱: ۵۵۔

(۸۲) السبکی، عبد الوہاب بن علی بن عبد الکافی، (م: ۷۷۱ھ) طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، لطبقۃ السادسۃ ۸: ۹۵-۹۶، نمبر:۱۱۷۸۔

(۸۳) شہاب الدین ابی الفلاح عبد الحی بن محمد العَکرِیّ الحَنبَلی الدِّمَشقِی، (م: ۱۰۸۹ھ) شذرات الذہب فی أخبار مَن ذہب، ۸: ۷۱-۷۳۔

(۸۴) ایضاً، ۸: ۶۲-۶۳۔

(۸۵) حاجی خلیفۃ، مصطفیٰ بن عبداللہ، (م: ۱۰۶۷ھ) کشف الظّنُون عن اسامی الکُتُبِ والفُنون، ۲: ۱۶۱۶۔

(۸۶) القِفطِیّ، جمال الدین أبو الحسن، علی بن یوسف، (م: ۶۴۶ھ)، تاریخ الحکماء، لیبکسک، ۱۳۲۰ھ، ص: ۲۹۲۔

(۸۷) ابن کثیر، حافظ عماد الدین أبی الفداء اسماعیل بن عمر القُرشی الدِّمشقی، (م: ۷۷۴ھ)، البدایۃ والنہایۃ، ۱۷: ۱۱۔

(۸۸) تفصیل کے لیے دیکھیں:

- القِفطِیّ، جمال الدین أبو الحسن، علی بن یوسف، م: ۶۴۶ھ، تاریخ الحکماء، لیبکسک، ۱۳۲۰ھ، ص:۲۹۲-۲۹۳۔
- القِفطِیّ، جمال الدین أبو الحسن،علی بن یوسف، م: ۶۴۶ھ، أخبار العُلماء بأخبار حُکماء، ۱۳۲۶ھ، ۲: ۱۹۱۔
- ابن أبی اصیبعۃ، مُوَفَّق الدین أحمد بن القاسم الخزرجی، (م: ۶۶۸) عیون الأنباء فی طبقات الأطباء، الباب الحادی عشر طبقات الأطباء الذین ظہروا فی بلادالعجم، ۱: ۴۷۰۔
- الذہبی، الحافظ المؤرخ شمس الدین محمد بن أحمد بن عثمان (م: ۷۴۸ھ) تاریخ الاسلام وَوَفیات المشاہیر والأعلام، ۴۳: ۲۱۳-۲۱۴۔
- شہاب الدین ابی الفلاح عبد الحی بن محمد العَکرِیّ الحَنبَلی الدِّمَشقِی، (م: ۱۰۸۹ھ) شذرات الذہب فی أخبار مَن ذہب، ۷ :۴۱۔
- عمر رضا کحالہ، معجم المؤلفین، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۹۹۳ء، ۳: ۵۵۹
- اسماعیل باشا بن محمد امین البابانی البغدادی، (م: ۱۳۳۹ھ) ھدیۃ العارفین، أسماء المؤلفین و اثار المصنفین، ۲: ۱۰۷۔
- حاجی خلیفۃ، مصطفیٰ بن عبداللہ، (م: ۱۰۶۷ھ) کشف الظّنُون عن اسامی الکُتُبِ والفُنون، صفحات ۱: ۶۱، ۱: ۶۷، ۱: ۸۳، ۱: ۹۱، ۱: ۱۲۰، ۱: ۲۰۴، ۱: ۲۲۴، ۱: ۲۶۲، ۱: ۳۳۳، ۱: ۳۵۴، ۱: ۳۵۹، ۱:۴۴۷، ۱: ۴۴۹، ۱: ۴۵۴، ۱: ۵۱۵، ۱: ۶۰۵، ۱: ۶۳۳، ۱: ۷۲۵، ۱:۷۳۰، ۱: ۷۳۹، ۱: ۷۶۰، ۲: ۹۵۴، ۲:۹۸۹، ۲: ۹۹۳، ۲: ۱۰۳۵، ۲: ۱۱۱۳، ۲: ۱۱۴۱، ۲: ۱۱۸۶، ۲: ۱۳۱۲، ۲: ۱۴۴۵، ۲: ۱۴۶۷، ۲: ۱۵۶۱، ۲:۱۵۷۷، ۲:۱۵۷۸، ۲:۱۶۱۴، ۲:۱۶۱۵، ۲: ۱۶۱۶، ۲:۱۶۹۷، ۲:۱۷۱۴، ۲: ۱۷۲۶، ۲: ۱۷۲۷، ۲: ۱۷۵۶، ۲:۱۷۷۴، ۲: ۱۸۱۹، ۲: ۱۸۴۰، ۲: ۱۸۶۴، ۲: ۱۹۰۵، ۲: ۱۹۷۳، ۲: ۱۹۸۶، ۲:۱۹۸۸، ۲: ۲۰۰۲۔